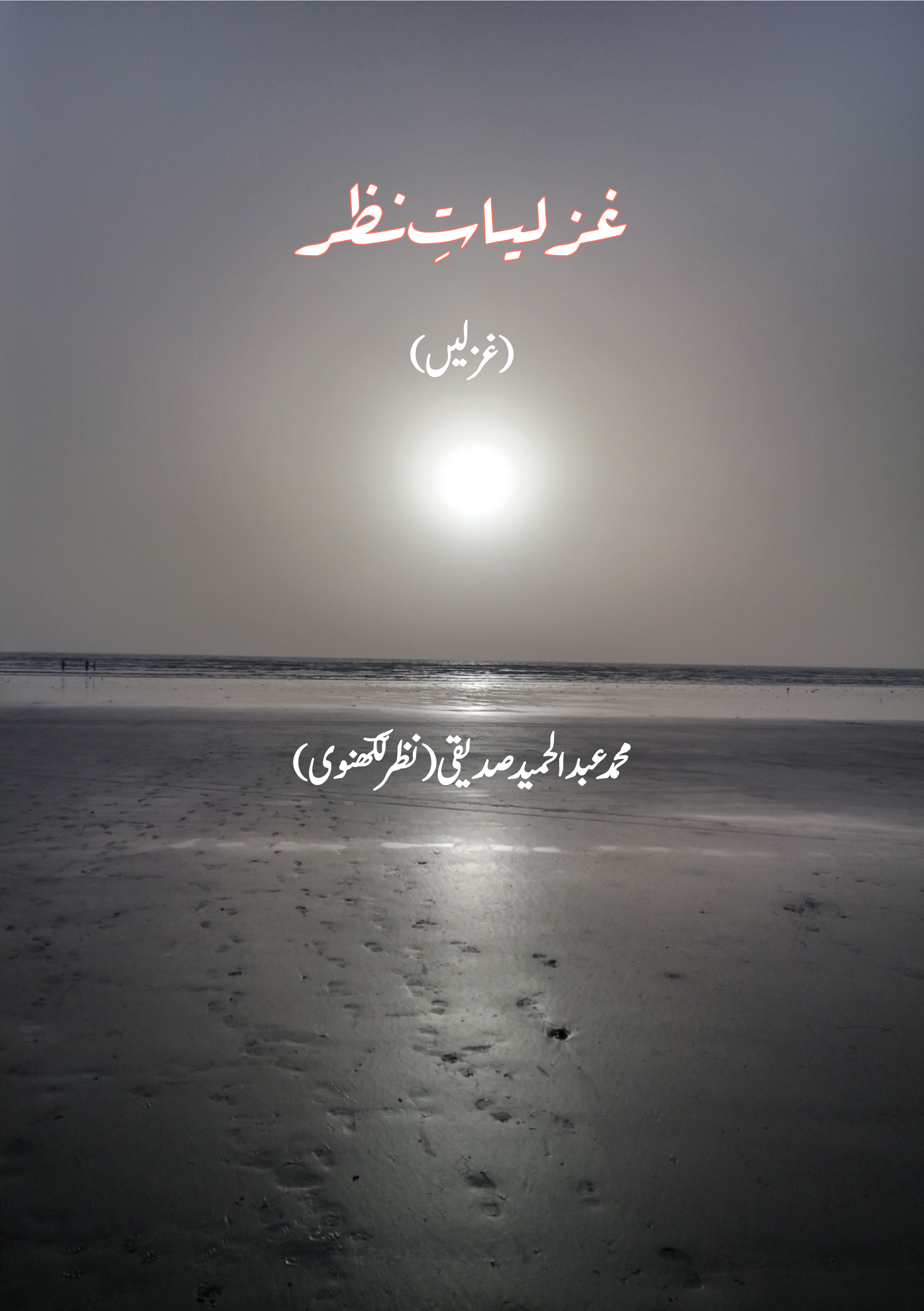


غزلیاتِ نظر

(غزلیں)

محمد عبدالحمید صدیقی (نظر لکھنوی)

قطعہ

اشعار میں مرے مئے باطل کی بو نہیں
عشقِ بتانِ دہر کی بھی ہاؤ ہو نہیں
اسپِ سخن مرا ہے بقیدِ زمامِ دیں
دادِ سخن کی مجھ کو نظر آرزو نہیں

فہرست

ابتدائیہ

بعض امور ایسے ہوتے ہیں کہ سال ہا سال ان کی طرف توجہ نہیں ہو پاتی، اور پھر کہیں نہ کہیں سے ایسی تحریک ملتی ہے کہ وہ با آسانی پایۂ تکمیل تک پہنچ جاتے ہیں۔ ایسا ہی معاملہ میرے دادا مرحوم محمد عبد الحمید صدیقی نظر لکھنوی کی غیر مطبوعہ شاعری کا بھی ہے۔ اپنی زندگی میں انہوں نے کبھی شاعری کی اشاعت کے حوالے سے نہیں سوچا۔ ان کا نعتیہ کلام کا مجموعہ "لمعاتِ نظر" ان کی وفات کے دس سال بعد ۲۰۰۵ء شائع ہوا۔ البتہ ان کی غزلیں اور نظمیں غیر مطبوعہ ہی رہیں، اور اب تک مختلف کاپیوں اور ڈائریوں میں محفوظ تھیں۔ نعتیہ کلام کی طباعت کے وقت اور نہ ہی اس کے بعد بقیہ کلام کی طباعت کا خیال کبھی ذہن میں آیا۔ گذشتہ سال انٹرنیٹ پر 'اردو محفل فورم' سے وابستگی ہوئی۔ وہاں پر مختلف کتب کی کمپوزنگ کے حوالے سے رضا کارانہ طور پر بہت کام ہو رہا ہے۔ اردو کمپوزنگ سے تعلق تو پہلے سے موجود تھا، لہٰذا یہاں سے تحریک ہوئی کہ دادا کے کلام کو کم از کم کمپوز کر کے محفوظ کر لیا جائے۔ والدِ محترم محمد احسن صدیقی صاحب کے سامنے اپنا منصوبہ رکھا تو انہوں نے بخوشی اجازت دے دی۔ اور تمام کلام جس صورت میں بھی موجود تھا، فراہم کر دیا۔ شروع میں لکھائی کو سمجھنا ذرا مشکل معلوم ہوا، مگر والدِ محترم کی مدد سے یہ مشکل بھی آسان ہو گئی۔ اس کے علاوہ اپنی کم علمی کے باعث بہت سی فارسی تراکیب کو سمجھنا بھی والدِ محترم کی مدد کے بغیر ممکن نہ تھا۔ الحمد للہ، پانچ سے چھ ماہ کے مختصر عرصہ میں یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا ہے۔

دادا کے تعارف اور ان کی شاعری کے اسلوب اور مزاج سے آگہی کے لئے میں اپنے والد کی تحریر "میرے ابو" کا اقتباس پیش کر رہا ہوں، جو کہ ان کے نعتیہ مجموعۂ کلام "لمعاتِ نظر" میں طبع ہو چکا ہے۔

> "اُن اربابِ ذوق کے لئے جو میرے والد سے براہ راست واقفیت نہیں رکھتے، اپنے والد کا ایک مختصر تعارف تحریر کر رہا ہوں۔ شاید یہ تعارف ان کی شاعری کی تفہیم میں بھی کچھ مددگار ثابت ہو۔
>
> نام محمد عبد الحمید صدیقی، تخلص نظر لکھنوی ۳ جولائی ۱۹۲۷ء کو لکھنؤ موضع 'چنہٹ' میں پیدا ہوئے۔ ہائی سکول کی تعلیم موضع اُترولہ ضلع گونڈہ سے ۱۹۴۴ء میں مکمل کی اور

۱۹۴۵ء میں ملٹری اکاؤنٹس لکھنؤ میں ملازم ہو گئے۔ دسمبر ۱۹۴۷ء کو پاکستان ہجرت کی اور ملٹری اکاؤنٹس راولپنڈی میں تعینات ہوئے۔اس طرح راولپنڈی دار الہجرت قرار پایا۔پہلی اہلیہ کا ۵جنوری ۱۹۵۸ء کو راولپنڈی میں انتقال ہوا۔ان سے پانچ اولادیں ہوئیں جن میں سے تین بیٹے شیر خوارگی کی عمر میں ہی وفات پا گئے اور دو اولادیں ایک بیٹا اور ایک بیٹی حیات رہے ۔عقد ثانی ۱۹۶۰ء میں کیا جن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ دوسری اہلیہ کا انتقال بھی ۳جنوری ۱۹۸۰ء میں راولپنڈی میں ہوا۔ملازمت کے آخری دس سال فیلڈ پے آفس(FPO)، آرٹلری سنٹر اٹک شہر میں گزارے اور وہیں سے ۱۹۷۹ء میں چونتیس سالہ ملازمت کے بعد اپنی بیمار اہلیہ کی تیمار داری کے لئے بحیثیت اکاؤنٹنٹ ریٹائرمنٹ لے لی۔اپنی عمر کے آخری دس سال اسلام آباد میں میرے ہمراہ گزارے۔ ۳جنوری ۱۹۹۴ء کو وفات پائی اور اسلام آباد میں سپرد خاک ہوئے۔ ایک بیٹا، ایک بیٹی، چھ پوتے پوتیاں اور تین نواسہ نواسیاں سوگوار چھوڑیں۔

ابّو کی شخصیت میں لکھنؤ کی تہذیبی روایت کی نفاست اور شائستگی پوری طرح موجود تھی لیکن تصنّع اور بناوٹ سے کوسوں دور تھے۔ تدیّن، خودداری، وضع داری، قناعت اور اخلاص ان کی شخصیت کے نمایاں پہلو تھے۔جس محفل میں شامل ہوتے ان کی موجودگی نمایاں ہوجاتی تھی۔نہایت خوش مزاج تھے اور بچوں سے لے کر بوڑھوں تک ہر عمر کے لوگوں میں گھل مل جاتے۔ لیکن تعلقات کا کنٹرول اپنے ہاتھ میں رکھتے تھے اور جب چاہے سنجیدگی اور متانت کی لکیر کھینچ لیتے۔ان کی صداقت، دیانت اور معاملہ فہمی پر بھروسہ کیا جاتا تھا اور بکثرت احباب مشورہ کے لئے ان سے رجوع کرتے تھے۔

شاعری کا ملکہ فطری تھا اور مڈل سکول کے زمانے سے شاعری شروع کر دی تھی۔ ایک رشتہ کے ماموں جو عمر میں چند سال بڑے تھے شاعری کرتے تھے۔انہی کی صحبت میں ذوق و شوق کی تربیت ہوئی اور ابتدائی اصلاح بھی انہی سے لی۔ کسی مشہور استادِ فن سے وابستہ نہ ہوئے۔البتہ کلاسیکی ادب پڑھا اور ہم عصر اساتذۂ فن اور مشاعروں میں ان کی چشمک کے عینی شاہدین میں سے تھے۔ جب تک لکھنؤ میں رہے اور گھر بار کی ذمہ

داریاں کم تھیں تو مشاعروں میں شرکت کا شوق رہا۔

روایت پسند تھے اور شاعری کے دبستانِ لکھنؤ کے لئے ایک خاص حمیت رکھتے تھے ۔ دبستانِ لکھنؤ پر کی گئی تنقید پڑھتے ضرور تھے لیکن تسلیم نہیں کرتے تھے۔ عملی طور پر زندگی کے مشاغل میں مثبت مقصدیت کے سختی سے قائل تھے ۔ 'ادب برائے ادب' اور 'ادب برائے زندگی' کی بحث میں ان کی رائے بین بین تھی۔ ان کا خیال تھا کہ حسنِ شعری کے وہ سارے ظاہری لوازم جو لکھنؤ دبستان کی پہچان ہیں، شاعری کی مقصدیت کے ساتھ برتے جاسکتے ہیں۔ میری اس سلسلہ میں ان سے بارہا بحث رہتی تھی جو بالآخر ان کی ہلکی سی ڈانٹ یا جھنجھلاہٹ کے ساتھ ختم ہو جاتی تھی۔

غزل اور نظم دونوں اصناف سے مناسبت تھی۔ پاکستان کی تاریخ کے اہم واقعات کے حوالے سے موضوعاتی نظمیں بھی کہیں۔ عام طور پر سال میں تین چار مرتبہ شاعری کی کیفیت طاری ہوتی تھی جس کی ظاہری علامت زیرلب گنگناہٹ اور رات کو بار بار اٹھ کر بجلی جلانا اور لکھنا ہوتا تھا۔ پان کا استعمال بڑھ جاتا۔ ان دنوں تواتر سے کئی غزلیں ،نعتیں یا نظمیں ہو جاتی تھیں۔ بیاض میں درج ہو جانے کے بعد سب سے پہلے اور اکثر اوقات آخری سامعین میں، میری بہن اور والدہ ہوتے تھے۔ میرے ایک ماموں محمد قمرالہدیٰ صاحب ذوقِ شعری سے بہرہ یاب تھے اور داد دینے کا ایک والہانہ اور مشاعرانہ انداز رکھتے تھے۔ وہ بھی مستقل سامعین میں شامل تھے اور ان کی موجودگی میں گھر کے اندر ہی مشاعرہ کا سماں بندھ جاتا تھا۔ خاندانی تقریبات کے موقع پر یا احباب کے درمیان فرمائش پر کچھ سنا دیا کرتے تھے۔ میں جب انجینئرنگ کی تعلیم اور اس کے بعد ملازمت کے سلسلہ میں گھر سے دور رہا تو جب بھی گھر جانا ہوتا تھا تو میری غیرموجودگی میں کی ہوئی شاعری مجھے سناتے تھے اور تبصرہ 'برداشت' کرلیا کرتے تھے۔ مشاعروں میں شرکت سے گریز کرتے تھے۔

ستر کی دہائی کے ابتدائی سالوں سے رجحان نعتیہ شاعری کی طرف زیادہ ہو گیا اور اس دہائی کے اختتام تک صرف نعتیہ شاعری ہی کرنے لگے۔ جس کا سلسلہ آخر تک جاری

رہا۔ فرمائشی شاعری از قسم سہرا، سالگرہ وغیرہ کے سلسلہ میں باوجود ناپسندیدگی کے بے بس تھے۔ کسی کو انکار نہیں کر سکتے تھے اور کچھ نہ کچھ لکھ کر دے دیتے تھے۔ جس کا کوئی ریکارڈ اپنے پاس نہیں رکھتے تھے۔

انکی غزلیں اور نظمیں بھی نعتیہ اشعار سے مزین ہیں اور ان کی پوری شاعری پر دینی اور ملی فکر کی گہری چھاپ ہے۔ اپنی بیاضِ غزل کا آغاز درج ذیل قطعہ سے کیا ہے جو بخوبی ان کے نظریۂ فن کو ظاہر کرتا ہے:

اشعار میں مرے مئے باطل کی بو نہیں
عشقِ بتانِ دہر کی بھی ہاؤ ہو نہیں
اسپِ سخن مرا ہے بقیدِ زمامِ دیں
دادِ سخن کی مجھ کو نظرؔ آرزو نہیں

اس قطعہ کا آخری مصرع محض شاعرانہ پیرایۂ اظہار نہیں بلکہ ان کی زندگی بھر کا عمل تھا۔ مجھے ان کی زندگی اقبالؔ کے اس مردِ مؤمن کی طرح نظر آتی ہے جس کی تمنا قلیل تھی اور مقاصد جلیل تھے۔"

مکمل کلام کے دو مجموعے مرتب کئے ہیں۔ "غزلیاتِ نظر" تمام غزلوں پر مشتمل ہے اور جیسا کہ والدِ محترم نے اپنے مضمون میں رقم کیا ہے کہ ان کی غزلوں پر بھی دینی اور ملی فکر کی گہری چھاپ ہے۔ نظریہ اور فکر کی پختگی ان کے کلام سے عیاں ہے۔ "لمحاتِ نظر" تمام نظموں پر مشتمل ہے، جو کہ زیادہ تر واقعاتی ہیں۔ اور ان کی زندگی میں رونما ہونے والے نجی و قومی واقعات و حادثات پر لکھی گئی ہیں۔ یہاں بھی دینی اور ملی فکر نمایاں نظر آئے گی۔

یہ کام اللہ تعالیٰ کی نصرت کے بغیر ناممکن تھا۔ میں سب سے پہلے تو والدِ محترم کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا کہ انہوں نے نہ صرف اس کام کی بخوشی اجازت دی، بلکہ کلام کی تفہیم میں مدد بھی کی اور آخر

میں پروف ریڈنگ کا مشکل اور محتاط کام بھی سرانجام دیا۔ اپنی اہلیہ کا شکریہ بھی ادا کرنا چاہوں گا کہ جنہوں نے میری اس اضافی مصروفیت کو تحمل سے برداشت کیا۔ 'اردو محفل فورم' کا شکریہ ادا کروں گا کہ جس کی وجہ سے اس کام کی تحریک ملی اور حوصلہ ملتا رہا۔ کتاب کی تدوین کے حوالے سے تکنیکی معاونت پر خاص طور پر محترم عارف کریم کا شکریہ بھی ادا کرنا چاہوں گا۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور اس کاوش کو اپنی جناب میں قبول فرمائے۔ آمین۔

محمد تابش صدیقی

اسلام آباد

۹ رجب المرجب، ۱۴۳۷ھ

بمطابق ۱۷ اپریل ۲۰۱۶ء

☆

ساقی کا اگر مجھ پر فیضانِ نظر ہوتا

ساقی کا اگر مجھ پر فیضانِ نظر ہوتا
بادہ بھی دگر ہوتا، نشّہ بھی دگر ہوتا

منزل سے بھٹکنے کا تجھ کو نہ خطر ہوتا
نقشِ کفِ پا ان کا گر پیشِ نظر ہوتا

اس عالمِ گزراں کا عالم ہی دگر ہوتا
کہتے ہیں بشر جس کو، اے کاش بشر ہوتا

تو اپنے گناہوں پر نادم ہی نہیں ورنہ
یا دیدۂ تر ہوتا، یا دامنِ تر ہوتا

دم گھٹنے لگا میرا، اے میرے خدا اب تو
یہ تیرہ شبی جاتی، ہنگامِ سحر ہوتا

غم کی زدِ پیہم سے بچتا میں نظرؔ کیسے
دل یہ نہ مرا بڑھ کر گر سینہ سپر ہوتا

☆☆☆

☆

جب سے وہ لب کشا نہیں ہوتا

جب سے وہ لب کشا نہیں ہوتا
غنچۂ دل یہ وا نہیں ہوتا

ایک اللہ کا نہیں ہوتا
آدمی ورنہ کیا نہیں ہوتا

کیوں لبوں پر مرے ہنسی آئے
دل میں کب درد سا نہیں ہوتا

شکل تبدیل ہوتی رہتی ہے
کوئی ذرہ فنا نہیں ہوتا

شیخ کی طرح کیسے بات کریں
ہم سے یہ بچپنا نہیں ہوتا

وہ تمنا کا خون کرتے ہیں
جس کا کچھ خوں بہا نہیں ہوتا

رنگ رلیاں، شراب و رقص و سرود
اُن کی محفل میں کیا نہیں ہوتا

سب پکاریں تجھی کو بالآخر
جب کوئی آسرا نہیں ہوتا

☆☆☆

☆

کسی صورت نشاطِ قلب کا ساماں نہیں ہوتا

کسی صورت نشاطِ قلب کا ساماں نہیں ہوتا
ہنسی آنے کو آ جاتی ہے دل خنداں نہیں ہوتا

نہیں ہوتا، نہیں ہوتا، کسی عنواں نہیں ہوتا
علاجِ اضطراب و سوزشِ پنہاں نہیں ہوتا

بغیرِ حق پرستی، دل نوازی، طاعتِ یزداں
یہ آدم زادہ کچھ بھی ہو مگر انساں نہیں ہوتا

ترا ایمان مستحکم نہیں دل کو ترے جب تک
مذاقِ اتباعِ صاحبِ قرآں نہیں ہوتا

خود اپنی آگ میں جل جل کے مر جاتا ہے پروانہ
حقیقت میں ہلاکِ شمعِ سوزاں نہیں ہوتا

سوادِ کم نگاہی ہے نظر آتا نہیں ہم کو
وہ پردہ پوش ویسے کب قریبِ جاں نہیں ہوتا

☆☆☆

☆

بہ ہر صورت یہ دیکھا ہے کسی صورت زیاں پہنچا

بہ ہر صورت یہ دیکھا ہے کسی صورت زیاں پہنچا
نشیمن پایۂ تکمیل تک میرا کہاں پہنچا

پئے سجدہ جھکی جاتی ہے کیوں لوحِ جبیں اپنی
یہیں نزدیک اب شاید مقامِ آستاں پہنچا

ہمارے چار تنکوں کے نشیمن کا خدا حافظ
کہ اب صحنِ چمن تک شعلۂ برقِ تپاں پہنچا

سمجھ لے گا حقیقت سوزِ دل کی اے جفا پیشہ
کوئی نالہ جو تا حدِ فرازِ آسماں پہنچا

☆☆☆

☆

خدا کی نعمتوں سے نعمتیں کچھ اور کر پیدا

خدا کی نعمتوں سے نعمتیں کچھ اور کر پیدا
خدا نے آنکھ دی تو کر محبت کی نظر پیدا

یہ ہوتے ہیں سبب فیضِ سوزشِ قلب و جگر پیدا
کہ آنکھیں خود نہیں کر سکتیں اشکوں کے گہر پیدا

تری خانہ خرابی سے ہے میرے دل میں ڈر پیدا
کسی صورت سے کر لے تو دلِ یزداں میں گھر پیدا

ازل کے دن اٹھا ہم نے لیا بارِ امانت کو
تو آپ اپنے ہی ہاتھوں کر لیا ہے دردِ سر پیدا

جہاں تعمیر کا ساماں وہیں تخریب کا پہلو
نشیمن کو جلانے کے لئے برق و شرر پیدا

جلا دے جاۓ ہستی گل و گلزار کے طالب
کہ بے سوزِ جگر ہوتا نہیں خونِ جگر پیدا

جو خود معیار بن جائے خرابی اور خوبی کا
قرآنِ مبیں کر لے تو وہ ذوقِ نظر پیدا
☆☆☆

☆

ترا ساتھ ہو میسر تو یہ زندگی کنارا

ترا ساتھ ہو میسر تو یہ زندگی کنارا
نہ نصیب ہو معیّت تو یہ جیسے بیچ دھارا

میں غریقِ بحرِ غم تھا ترے عشق نے پکارا
یہ اِدھر رہا کنارا یہ ادھر رہا کنارا

نہ ٹھہر سکا تبسم نہ ہی قہقہہ ہمارا
کہ بہت ہی تیز رو ہے غمِ زندگی کا دھارا

تری دوستی نے پرکھا مرا امتحان لے کر
کبھی خنجر آزمایا کبھی آگ سے گزارا

کسی زُلفِ مشک بو نے کسی روئے پُرضیا نے
مری شام کو سنوارا مری صبح کو نکھارا

گہے اضطرابِ دنیا گہے پیچ و تابِ عقبیٰ
مرے اس اکیلے دل کو غمِ دو جہاں نے مارا

مرے ناخدا بتا کچھ ہے کہاں مرا سفینہ
نہ اِدھر نظر آتیں ساحل نہ اُدھر کوئی کنارا
☆☆☆

☆

دل پہ اُف عاشقی میں کیا گزرا

دل پہ اُف عاشقی میں کیا گزرا
حادثہ روز اک نیا گزرا

کچھ برا گزرا، کچھ بھلا گزرا
یونہی دنیا کا سلسلہ گزرا

وہ ستم گر، نہ اس میں خوئے ستم
پھر یہ کیوں شک سا بارہا گزرا

پھر ہرے ہو گئے جراحتِ دل
پھر کوئی سانحہ نیا گزرا

ہو کوئی حال اہلِ محفل کا
آج میں حالِ دل سنا گزرا

تابِ دل میں مرے کہاں باقی
کیا سنائیں جو ماجرا گزرا

دیں کا دامن چھٹا نظر جب سے
حالِ مسلم ہوا گیا گزرا

☆☆☆

☆

یہ بسمل خستہ دل آتش بجاں تیرا ہے یا میرا

یہ بسمل خستہ دل آتش بجاں تیرا ہے یا میرا
مسلماں خاکداں میں میہماں تیرا ہے یا میرا

بجا ہے شک ترا یا رب مرے اخلاصِ طاعت پر
قصور و حور کا لیکن بیاں تیرا ہے یا میرا

علوم و آگہی میری ہے گرچہ فتنہ زا لیکن
یہ کارِ کشفِ اسرارِ جہاں تیرا ہے یا میرا

نگاہ و دل کی لغزش پر سزاوارِ سزا ہوں میں
مگر یہ فتنۂ حسنِ بتاں تیرا ہے یا میرا

ستم کش آہ کش بندے نظر آتے ہیں گر تیرے
تو ہی بتلا دے مجھ کو آسماں تیرا ہے یا میرا

☆☆☆

☆

نیا سلسلہ آئے دن امتحاں کا

نیا سلسلہ آئے دن امتحاں کا
ہے دستورِ پارینہ بزمِ جہاں کا

کرے سامنا پھر اس ابرو کماں کا
یہ دیدہ تو دیکھیں دلِ نیم جاں کا

کبھی تو وہ ہو گا جفاؤں سے تائب
ہے اک واہمہ میرے حسنِ گماں کا

سرشکِ مژہ سے کب اندازۂ غم
کسے حال معلوم سوزِ نہاں کا

زمیں دوز ہو کر رہی برقِ سوزاں
پڑا صبر آخر مرے گلستاں کا

نہ مہکے ہیں گل ہی نہ چہکے عنادل
گماں ہے بہاروں پہ دورِ خزاں کا

سنا غم کے ماروں کا قصہ کبھی جب
لگا مجھ کو ٹکڑا مری داستاں کا

جو خود کٹ گیا رہبرِ کارواں سے
خدا ہی محافظ ہے اس کارواں کا

نہ پورا ہو ہر گز نظر آرزو زندگی بھر
خسارہ کہ ہے لحظۂ رائیگاں کا

☆☆☆

☆

نظارہ کریں کیسے تری جلوہ گری کا

نظارہ کریں کیسے تری جلوہ گری کا
پردہ ابھی حائل ہے مری بے بصری کا

اسلوب نیا راس نہیں چارہ گری کا
بیمار پہ عالم ہے وہی بے خبری کا

چسکا اسے اُف پڑ ہی گیا در بدری کا
کیا کیجیے انساں کی اس آشفتہ سری کا

یہ راہِ محبت ہے یہ کانٹوں سے بھری ہے
مقدور نہیں سب کو مری ہمسفری کا

ہمدم نہ اڑا جامۂ اخلاق کی دھجی
دیوانوں کو ہوتا ہے جنوں جامہ دری کا

دیکھا ہے کہ کھلتے نہیں دل اہلِ دَوَل کے
بھرتا نہیں مُنہ کاسۂ دریوزہ گری کا

☆☆☆

☆

بنا ہے آپ سبب اپنی جگ ہنسائی کا

بنا ہے آپ سبب اپنی جگ ہنسائی کا
جو مشتِ خاک نے دعویٰ کیا خدائی کا

وہی ہے حال نگاہوں کی نارسائی کا
وہ سامنے ہیں پہ نقشہ وہی جدائی کا

تمہارے در کے سوا میں کسی جگہ نہ گیا
مجھے تو شوق نہیں قسمت آزمائی کا

یہی زمانہ مٹانے پہ تل گیا مجھ کو
جسے تھا ناز کبھی میری ہم نوائی کا

اسی نے غرق مجھے کر دیا یہی ہے وہ دل
نہ اشتباہ تھا جس پر کسی برائی کا

ہے اپنی آنکھوں میں طوفانِ اشک اے غمِ دل
ترا حساب چکاتا ہوں پائی پائی کا

یہ حسنِ غیر پہ ریجھے بدل گئے ایسے
دل ونگاہ سے شکوہ ہے بے وفائی کا

جو عاصیوں کا سہارا نظر آئے ہے روزِ حساب
مجھے بھی فخر اسی کی ہے مصطفائی کا

☆☆☆

☆

مے کفر کی در جامِ اسلام نہیں لوں گا

مے کفر کی در جامِ اسلام نہیں لوں گا
جو یائے حقیقت ہوں، اوہام نہیں لوں گا

ساقی ترے ہاتھوں سے میں جام نہیں لوں گا
نظروں سے پلا دے بس پھر نام نہیں لوں گا

یہ لذتِ پیہم ہے، وہ لذتِ دو روزہ
آلام کے بدلے میں آرام نہیں لوں گا

تو دامِ محبت میں پھنستا ہے تو پھنس اے دل
میں اپنی زباں سے تو یہ نام نہیں لوں گا

ہے کم نگہی کا بھی حصہ مری لغزش میں
میں دل ہی کے سر سارا الزام نہیں لوں گا

سرگرمِ سفر یوں ہوں، معلوم یہ ہوتا ہے
منزل پہ پہنچ کر بھی آرام نہیں لوں گا

یہ لیجیے نقدِ دل، حاضر ہے یہ نقدِ جاں
سودائے محبت میں بے دام نہیں لوں گا

اس مست نظر تک بس اک بار مجھے لے چل
اے ہوش کوئی تجھ سے پھر کام نہیں لوں گا

☆☆☆

☆

آلودۂ عصیاں خود کہ ہے دل وہ مانعِ عصیاں کیا ہو گا

آلودۂ عصیاں خود کہ ہے دل، وہ مانعِ عصیاں کیا ہو گا
جو اپنی حفاظت کر نہ سکا، وہ میرا نگہباں کیا ہو گا

ذوقِ دلِ شاہاں پیدا کر، تاجِ سرِ شاہاں کیا ہو گا
جو لُٹ نہ سکے وہ ساماں کر، لُٹ جائے جو ساماں کیا ہو گا

غم خانہ، صنم خانہ، ایواں یا خانۂ ویراں کیا ہو گا
قصہ ہے دلِ دیوانہ کا، حیراں ہوں کہ عنواں کیا ہو گا

جو سیرِ چمن کو آتا ہے وہ طالبِ گل ہی ہوتا ہے
پوچھے کوئی ان نادانوں سے، خارِ چمنستاں کیا ہو گا

کچھ شکوہ نہیں اتنا سن لے اے مستِ ستم، ناوک افگن
دل ہی نہ رہے گا جب میرا، پھر تیرا یہ پیکاں کیا ہو گا

اے ہنسنے ہنسانے والے حبا، افسردگیِ دل بڑھتی ہے
جس کو ہو ازل سے نسبتِ غم، ہنسنے سے وہ خنداں کیا ہو گا

آج اپنی نظر سے وہ دیکھیں یہ سلسلۂ طوفاں آ کر
کل کہتے تھے جو حیراں ہو کر ساحل پہ بھی طوفاں کیا ہو گا

☆☆☆

☆

جہاں دینِ شہِ عالم نہ ہو گا

جہاں دینِ شہِ عالم نہ ہو گا
نظامِ زندگی محکم نہ ہو گا

جسے دنیا میں کوئی غم نہ ہو گا
فرشتہ ہو تو ہو آدم نہ ہو گا

رہے گا وہ تو محرومِ مسرت
جو دل شائستہ مہرِ غم نہ ہو گا

تمہارا شکریہ اے چارہ سازو!
یہ ہے دردِ محبت کم نہ ہو گا

سرِ محشر وہ دار و گیر ہو گی
کہ محرم بھی وہاں ہمدم نہ ہو گا

رہے گا بارِ غم اپنی جگہ پر
تبسم پاشیوں سے کم نہ ہو گا

خدا کی معرفت اس کو ہے مشکل
جو اپنے آپ سے محرم نہ ہو گا

تجاہلِ عارفانہ ہو گا اس کا
سخن اپنا نظر مبہم نہ ہو گا

☆☆☆

☆

کبھی نگاہ سے میری کبھی زباں سے چلا

کبھی نگاہ سے میری، کبھی زباں سے چلا
غمِ دروں کا پتا اف کہاں کہاں سے چلا

وہ ترکِ جور کریں کیوں بھلا کسی کے لیے
بلا سے ان کی اگر کوئی اپنی جاں سے چلا

دلِ غریب میں پیوست ہو گیا آخر
ہر ایک تیرِ ستم، جو کہ آسماں سے چلا

یہ آہ و زاری بلبل، یہ چاک دامنِ گل
فضا اداس ہے گلشن کی میں یہاں سے چلا

رہِ حیات مزین ہے نقشِ پا سے ترے
وہیں وہیں اسے پایا، جہاں جہاں سے چلا

طوافِ کعبۂ دل کو غمِ جہاں ہے نظر
کوئی کہاں سے چلا ہے کوئی کہاں سے چلا

☆☆☆

☆

جو بھی نکلا تری محفل سے نہ تنہا نکلا

جو بھی نکلا تری محفل سے نہ تنہا نکلا
دل میں اپنے لیے ارمانوں کی دنیا نکلا

کوئی ایسا، کوئی ویسا، کوئی کیسا نکلا
لاکھ بندوں میں اک اللہ کا بندہ نکلا

رخِ ظلمت کدۂ دہر ہوا نورانی
مطلعِ دہر پہ جب سے مہِ بطحا نکلا

ہم جسے ذرہ ناچیز سمجھتے تھے وہی
اپنے باطن میں لیے اک نئی دنیا نکلا

اشک بہہ جائیں جو آنکھوں سے، ذرا دل ٹھہرے
ہم غریبوں کا یہی ایک سہارا نکلا

غمِ دنیا، غمِ عقبیٰ، غمِ فردا پالے
دل تو اپنے ہی لہو کا یہ پیاسا نکلا

دشتِ غربت میں ہمیں ایک نہیں ہیں تنہا
جستجو میں تری ہر ذرہ صحرا نکلا

دامِ دنیا میں نظر پھنس ہی گیا دل آخر
لاکھ سمجھاتے رہے کچھ نہ نتیجہ نکلا

☆☆☆

☆

مطلعِ رخ پہ تری زلفِ دوتا ہو جانا

مطلعِ رخ پہ تری زلفِ دوتا ہو جانا
عالمِ صبح کا ہم رنگِ مسا ہو جانا

کون کہتا ہے کہ مرنا ہے فنا ہو جانا
یہ تو ہے واصلِ دنیائے لقا ہو جانا

اپنے ماحول سے باہر ہے پریشاں حالی
راس نغمہ کو نہیں نے سے جدا ہو جانا

باعثِ ننگ ہے اے بندۂ یزداں تیرا
بندۂ حرص و ہوس صیدِ ہوا ہو جانا

اب نظر آتے نہیں نقشِ کفِ پا تیرے
ہے عجب کیا مرا منزل سے جدا ہو جانا

☆☆☆

☆

آدمیت کا حق ادا نہ ہوا

آدمیت کا حق ادا نہ ہوا
خوب ہے آدمی خدا نہ ہوا

جان دی، سر دیا ہے، کیا نہ ہوا
وہ مگر قائلِ وفا نہ ہوا

لاج رکھ لی ہے ضبطِ گریہ نے
مشتہر غم کا ماجرا نہ ہوا

شکوۂ غیر کس زباں سے کریں
دل مرا ہو کے جب مرا نہ ہوا

ظلم کو پھر اٹھا ہے دستِ یزید
اف حسینؓ ابنِ فاطمہؓ نہ ہوا

بارِ غم اٹھے اس قدر کیونکر
دل بھی سینے میں دوسرا نہ ہوا

نالۂ درد عرش تک پہنچا
دل مگر موم آپ کا نہ ہوا

نغمۂ عندلیب و باغ و بہار
کوئی منظر بھی دل کشا نہ ہوا

روز اس در پہ حاضری ہے نظرؔ
لیکن اس سے خلا ملا نہ ہوا

☆☆☆

☆

احساسِ قرب و دوریِ منزل نہیں رہا

احساسِ قرب و دوریِ منزل نہیں رہا
ہم فرض کر چکے ہیں کہ ساحل نہیں رہا

تسخیرِ کائنات کی سرگرمیاں عبث
زیرِ نگیں ترے یہ اگر دل نہیں رہا

ناکامیوں سے مجھ کو ملا عزمِ مستقل
نعم الحصول ہے کہ جو حاصل نہیں رہا

نالے فلک شگاف نہیں، آہ نارسا
دل اب کچھ اعتبار کے قابل نہیں رہا

صحنِ چمن میں لالہ و گل ہیں تو سہی مگر
کیا بات ہے کہ شورِ عنادل نہیں رہا

تجھ کو جنونِ قیس نہیں ورنہ یہ نہیں
پردہ نشیں کوئی پسِ محمل نہیں رہا

سرمست چشمِ ساقیِ خاکِ عرب ہوں میں
بدمستِ نشۂ مئے باطل نہیں رہا

مکر و فریب و بغض و عناد و حسد نظر
شائستہ اب قرینۂ محفل نہیں رہا

☆☆☆

☆

غم کا لاوا اُف پگھلتا ہی رہا

غم کا لاوا اُف پگھلتا ہی رہا
دل ہمارا اس سے جلتا ہی رہا

آفتابِ عمر ڈھلتا ہی رہا
کاروانِ شوق چلتا ہی رہا

بارِ غم اس کو کچلتا ہی رہا
دل کا کس بل اُف نکلتا ہی رہا

سحر ان آنکھوں میں ڈھلتا ہی رہا
کاروبارِ عشق چلتا ہی رہا

زندگی کی رات کتنی تھی کٹھن
رات بھر پہلو بدلتا ہی رہا

برق وَش آیا گیا دورِ شباب
اور انساں ہاتھ ملتا ہی رہا

حسن کا پندار اونچا ہے مگر
عشق کے سانچوں میں ڈھلتا ہی رہا

ساقی و پیرِ مُغاں بدلا کیے
دورِ ساغر تھا کہ چلتا ہی رہا

جس بلندی سے گرا تھا میں نظرؔ
پھر نہ پہنچا گرچہ چلتا ہی رہا

☆☆☆

☆

منزل ملے بے حوصلۂ جاں نہیں دیکھا

منزل ملے بے حوصلۂ جاں نہیں دیکھا
ہوتے ہوئے ایسا تو کبھی ہاں نہیں دیکھا

غیر آئے گئے، پھول چنے، بو بھی اُڑائی
ہم ایسے کہ اپنا ہی گلستاں نہیں دیکھا

دامن بھی سلامت ہے، گریباں بھی سلامت
اے جوشِ جنوں تجھ کو نمایاں نہیں دیکھا

ہیں تیرے تسلط میں فضائیں بھی، زمیں بھی
تجھ میں ہی مگر ذوقِ سلیماں نہیں دیکھا

ہے چشمِ تصور بھی یہ درماندہ و عاجز
تجھ کو کبھی اے جلوۂ پنہاں نہیں دیکھا

احساسِ زیاں وائے کہ ہے روبہ تنزل
کل تھا جو اسے آج پشیماں نہیں دیکھا

کتنے ہی سخن ور وَ سخن داں نظر آ ایسے
جن کو کبھی محفل میں غزل خواں نہیں دیکھا

☆☆☆

☆

ہم نشیں پوچھ نہ کس بات پہ رونا آیا

ہم نشیں پوچھ نہ کس بات پہ رونا آیا
اپنی ہی گردشِ حالات پہ رونا آیا

دل کے سنگین خیالات پہ رونا آیا
اسی بد خُو، اسی بد ذات پہ رونا آیا

دورِ ماضی تو مسلماں کا بہت ہے خوش کن
عہدِ حاضر کی روایات پہ رونا آیا

تیرہ بختی سے مری گو نہ تعلق ہے اسے
اس لیے مجھ کو سیہ رات پہ رونا آیا

غیر اللہ سے سائل جو مسلماں ہے تو حیف
مجھ کو ہر ایسی مناجات پہ رونا آیا

خوں پسینہ کی کمائی نہیں کافی دو روز
مردِ مزدور کی اوقات پہ رونا آیا

مرحلے غم کے گزارے ہیں نظر ہنس ہنس کر
پھر بھی چند ایک مقامات پہ رونا آیا

☆☆☆

☆

کہنے میں آ کر مذاقِ عشق رسوا کر دیا

کہنے میں آ کر مذاقِ عشق رسوا کر دیا
دل بضد تھا میں نے بھی شکوہ ذرا سا کر دیا

اس نے دانستہ کہ نا دانستہ ایسا کر دیا
دل کو غم انگیز کر لینے میں یکتا کر دیا

لا اِلٰہَ کہہ کے اس نے وقفِ اِلّا کر دیا
خود کہ بننا تھا سو تھا مجھ کو بھی تنہا کر دیا

غفلتوں کے سینکڑوں پردے گرائے ہم نے آپ
اپنی چاہت سے تو اس نے چاک پردہ کر دیا

جاں کے بدلے بھی نہ ہم دیتے تھے جس ایمان کو
اب اسی گوہر کو اف مٹی سے سستا کر دیا

عشقِ رنگیں کی قسم، لطفِ محبت کی قسم
اس دلِ آزردہ خاطر کو بھی رعنا کر دیا

رازِ گیتی کے اُسی واقف پہ جاں قرباں کریں
جس نے ہم کو واقفِ امروز و فردا کر دیا

سینکڑوں عقدے ہیں لاینحل ابھی تک اے نظرؔ
تیر کیا مارا جو تو نے ایک دو وا کر دیا

☆☆☆

☆

محبت ہے سراپا دردِ دل کیا

محبت ہے سراپا دردِ دل کیا
عذابِ اضطرابِ مستقل کیا

ہوا آدم کو حکمِ اھبطوا کیوں
ضروری تھا جہانِ آب و گل کیا

ہے تجھ سے ملتے رہنے کا بہانہ
ادائے فرض و سنت کیا، نفل کیا

مچلتی آرزوئیں ہیں کہاں اب
ہوئی ہیں حسرتوں میں منتقل کیا

محبت ہی سے قائم اس کی عظمت
محبت ہی نہیں تو پھر یہ دل کیا

دیارِ عشق میں آتش نوا بن
نوائے سرد و آہِ مضمحل کیا

لہو رستے نظر گزرا زمانہ
یہ ہوں گے زخمِ دل اب مندمل کیا

☆☆☆

☆

یہ کون مجھ کو صلِّ علیٰ یاد آ گیا

یہ کون مجھ کو صلِ علیٰ یاد آ گیا
یکتائیوں کے ساتھ خدا یاد آ گیا

غربت میں جب وطن کا مزا یاد آ گیا
لوگوں کا مجھ کو بختِ رسا یاد آ گیا

دل اپنا اس کا تیر جفا یاد آ گیا
بیٹھے بٹھائے ہائے یہ کیا یاد آ گیا

اس رات مجھ کو نیند نہ آئی تمام رات
جس رات خوابِ زلفِ دوتا یاد آ گیا

اس دورِ اضطراب میں سب کچھ غلط مگر
اتنا ہے سچ کہ سب کو خدا یاد آ گیا

بے اختیار آنکھ سے آنسو نکل پڑے
ماضی کا حال تا بہ کجا یاد آ گیا

رکھتا نظر کہیں کا نہ مجھ کو جنونِ شوق
لیکن ثباتِ اہلِ وفا یاد آ گیا

☆☆☆

☆

کون آخر زینتِ آغوشِ محفل ہو گیا

کون آخر زینتِ آغوشِ محفل ہو گیا
ایک ہی نظارہ میں جانِ رگِ دل ہو گیا

دو نگاہوں کا تصادم اپنا اپنا پھر نصیب
کوئی قاتل اور کوئی مرغِ بسمل ہو گیا

اے دلِ ناعاقبت اندیش جلتا ہے تو جل
حسنِ عالم سوز کے تو کیوں مقابل ہو گیا

ہیں کرم فرما کبھی اس پر کبھی جور آزما
خوب ہے جیسے انہیں کا دل مرا دل ہو گیا

حشر سے پہلے نہیں امکان اٹھنے کا مرے
مر کے اب تو اور پابندِ سلاسل ہو گیا

دل رکا۔ دھڑکن گئی۔ آنسو تھمے۔سوزش مٹی
موت کیا آئی سکونِ قلب حاصل ہو گیا

التفاتِ چشمِ ساقی کیا ہوا مجھ پر نظرؔ
میں بھی جانِ التفاتِ اہلِ محفل ہو گیا

☆☆☆

☆

احساسِ ہر گناہ وخطا کون لے گیا

احساسِ ہر گناہ و خطا کون لے گیا
دل سے متاعِ خوفِ خدا کون لے گیا

اس شہر دل سے نور و ضیا کون لے گیا
سوءِ عمل ہے اور بھلا کون لے گیا

کیفِ جمال و کیفِ ادا کون لے گیا
رنگیں تری ردائے حیا کون لے گیا

ہمدم مرے بدل دے یہ لکھا نصیب کا
ہے تیرے پاس دستِ دعا کون لے گیا

پیدا انہیں ہے اب تو ذرا بھی گداز دل
سوزِ نوائے نغمہ سرا کون لے گیا

دل نے اٹھائے رنج تو آنکھوں میں اشک ہیں
محنت کسی کی اور صلہ کون لے گیا

پوچھو نہ جانتے ہو گر امواجِ نیل سے
فرعون کا غرورِ انا کون لے گیا

مہرِ سکوت لب پہ لگی ہے ترے نظرؔ
تجھ سے ترا خروشِ نوا کون لے گیا

☆☆☆

☆

اڑے ہیں ہوش مرے میں ہوں غرقِ بادۂ ناب

اُڑے ہیں ہوش مرے میں ہوں غرقِ بادۂ ناب
ٹھہر نہ چھیڑ ابھی قصۂ عذاب و ثواب

اُدھر ہے حسن تہِ صد حجاب ہائے نقاب
اِدھر ہے عشق کہ پھرتا یونہی ہے خانہ خراب

تمام حزن مجسم، ملال و درد و عذاب
بڑا ہی خیر ہوا زندگی ہے مثلِ حباب

تھا اک نصاب ضروری برائے مکتبِ زیست
تو الکتاب اتاری گئی بطورِ نصاب

کرے اسیر مجھے یہ کہاں ہے اس کی مجال
کہ اس کا حسن ہے خود ہی اسیرِ عمرِ شباب

مری حیات سراپا نظر ہے مثلِ نماز
اگر امام کی پوچھو تو ہے خدا کی کتاب

☆☆☆

☆

ملی ہزاروں کو اس طرح سے بھی راہِ صواب

ملی ہزاروں کو اس طرح سے بھی راہِ صواب
نہیں کرم سے ہے خالی تری نگاہِ عتاب

برائے مکتبِ دنیا ہے مستقل وہ نصاب
طفیلِ شاہِ مدینہ ملی ہمیں جو کتاب

مئے حجاز کی مستی سے ہے غرض مجھ کو
ملے نہ جامِ مصفّٰی تو دُردِ بادۂ ناب

پیو پلاؤ مئے عشقِ ساقیِ کوثر
جو حور و خلد کی خواہش تمہیں ہے روزِ حساب

ڈھلی ہے شامِ ضعیفی ہیں ختم ہنگامے
نہ اب وہ شوخیِ طفلی نہ جوشِ عہدِ شباب

نہ گلستاں میں پھر آئی بہارِ لالۂ و گل
کبھی تو جھوم کے برسے ترے کرم کا سحاب

چھپا تھا رازِ غمِ دل نگاہِ محفل سے
ٹپک پڑے مگر آنسو نظرٓ زِ چشمِ پُر آب

☆☆☆

☆

چہرہ ان کا صبحِ روشن گیسو جیسے کالی رات

چہرہ ان کا صبحِ روشن، گیسو جیسے کالی رات
باتیں اُن کی سبحان اللہ، گویا قرآں کی آیات

رُخ کا جلوہ پنہاں رکھا پیدا کر کے مخلوقات
حُسنِ ظاہر سب نے دیکھا، کس نے دیکھا حُسنِ ذات

جذبہ کی سب گرمی، سردی، بہتے اشکوں کی برسات
ہم نے سارے موسم دیکھے، ہم پر گزرے سب حالات

غم کی ساری چالیں گہری، بچتے بچتے آخر کار
دیکھا اس بے چارے دل نے بے بس ہو کر کھائی مات

جیتے جی کب دنیا پوچھے، مرتے ہی اِس درجہ پیار
ہاتھوں ہاتھ اٹھائے دنیا، لائے اشکوں کی سوغات

حسنِ خود بیں جس کی فطرت، شیخی، شوخی، ظلم و جور
دامِ الفت میں پھنس جائے، میری آنکھوں دیکھی بات

عمرِ پایاں کی منزل میں عہدِ ماضی آئے یاد
اب بھی نظر میں رقصاں میرے بھولے بچپن کے لمحات

☆☆☆

☆

ان کا خیال جملہ مشاغل کے ساتھ ساتھ

ان کا خیال جملہ مشاغل کے ساتھ ساتھ
رہتی ہے ان کی یاد مرے دل کے ساتھ ساتھ

اٹھے جو وہ تو رونقِ محفل بھی اٹھ گئی
رونق تو بس تھی رونقِ محفل کے ساتھ ساتھ

یا رب سفینہ غرق نہ ہو جائے یہ کہیں
طوفانِ غم چلا ہے مرے دل کے ساتھ ساتھ

اصحابؓ اس طرح سے تھے گرد آنحضورؐ کے
جیسے نجوم ہیں مہِ کامل کے ساتھ ساتھ

غرقِ مئے نشاط کی تقدیر میں کہاں
کیفِ نہاں کہ ہے جو غمِ دل کے ساتھ ساتھ

منزل کبھی تو آئے گی زیرِ قدم نظرؔ
چلتے رہے جو جادۂ منزل کے ساتھ ساتھ

☆☆☆

☆

تقریر میں کی اس نے ہجوِ مئے ناب آخر

تقریر میں کی اس نے ہجوِ مئے ناب آخر
واعظ نے زباں تر کی از ذکرِ شراب آخر

عرصہ تھا جوانی کا اک عرصۂ خواب آخر
جب آنکھ کھلی اپنی تھا دورِ شباب آخر

حق بات کو کہنے میں کیا مجھ کو حجاب آخر
اول ہے کتابوں میں اتری جو کتاب آخر

بے چین ہمیں رکھنا بے چین ہی خود رہنا
دل لے کے کہاں جائیں خرمست و خراب آخر

ہے کون سی منزل میں یہ قافلۂ مسلم
کیوں چھن گئی پہلی سی دل کی تب و تاب آخر

دامن پہ نظر رکھو یعنی نہ ہو تر دامن
خالق کو دکھانا ہے منہ روزِ حساب آخر

☆☆☆

☆

صیدِ مقام کیوں ہے تو قیدِ مقام سے گزر

صیدِ مقام کیوں ہے تو، قیدِ مقام سے گزر
شمعِ ھُدیٰ لئے ہوئے، ہر در و بام سے گزر

مستیِ جام سے حذر، خواہشِ جام سے گزر
مستِ مئے الست بن، مسلکِ عام سے گزر

کوثر و سلسبیل سے، قصر و غلام سے گزر
تیرا صلہ کچھ اور ہے، حورِ خیام سے گزر

تیرے لبوں پہ ہو دعا، سبّ و شتم جو تجھ پہ ہو
حسنِ کلام کے امیں، سوءِ کلام سے گزر

سدرۂ منتہیٰ سے بھی آگے مقام ہے ترا
انجم و آفتاب سے، ماہِ تمام سے گزر

تیرا ایسے دل ہو بے ریا، کام ہے راہِ عشق کا
کبر و غرور ترک کر، شہرتِ نام سے گزر

دیکھ رہا ہے کیا نظر، جلوۂ مہر ابھی کہاں
پہلے شبِ مہیب اور ظلمتِ شام سے گزر

☆☆☆

☆

آنسو بہا نہ غم کے تو، آہ نہ بار بار کر

آنسو بہا نہ غم کے تو، آہ نہ بار بار کر
اس دلِ سوگوار کو اور نہ سوگوار کر

سلسلہ ہائے غم بہت ان کا نہیں شمار کچھ
دن یہ تری حیات کے کتنے ہیں اب شمار کر

آہوں کو کر شرر فشاں، نالوں کو شعلہ بار کر
دردِ نہاں کی کیفیت دنیا پہ آشکار کر

اٹھنے کا بارِ معصیت تجھ سے کہاں ہے یہ نظرؔ
راہِ عدم طویل ہے، رکھ دے یہیں اتار کر

☆☆☆

☆

سر نہ سجدے سے اٹھا تاخیر پر تاخیر کر

سر نہ سجدے سے اٹھا تاخیر پر تاخیر کر
ذرے جو تحتِ جبیں آئے انہیں اکسیر کر

بندۂ رب بن کے روشن اپنی تو تقدیر کر
عالمِ کن ہے ترا قبضے میں یہ جاگیر کر

عشقِ باری، حبِّ احمدؐ، انسِ مخلوقِ جہاں
یہ ہیں اجزائے ثلاثہ ان سے دل تعمیر کر

دامنِ ہستی میں تیرے جو ہیں ذرے خاک کے
ضربِ اللہ ھو سے اس مٹی کو پُر تنویر کر

اس طرح سے کچھ نہ کچھ شاید کہ ہلکا بوجھ ہو
اضطرابِ دل نظرؔ اپنا تو عالم گیر کر

☆☆☆

☆

کوچۂ الفت میں خوفِ آبلہ پائی نہ کر

کوچۂ الفت میں خوفِ آبلہ پائی نہ کر
یا سِرے سے دل میں شوقِ جادہ پیمائی نہ کر

پہلے ہی کیا کم ہے سودا اور سودائی نہ کر
اس تماشا گاہ میں دل کو تماشائی نہ کر

اے خدا میرے گناہوں کی صف آرائی نہ کر
حشر کے دن سامنے سب کے تو رسوائی نہ کر

دشتِ حیرت میں نہ گم ہو دیکھنا یہ دل کہیں
اس قدر اپنے سے بھی پیدا اشناسائی نہ کر

بندگانِ رب کے بھی واجب ہیں تجھ پر کچھ حقوق
عمر اے زاہد تو اپنی وقفِ تنہائی نہ کر

ذوقِ سجدہ کے لئے کافی ہے اس کا آستاں
ہر کسی کے آستاں پر ناصیہ سائی نہ کر

سروری تو زیب دیتی ہے فقط اللہ کو
اے کہ تو بندہ ہے خود بندوں پہ آقائی نہ کر

اے نظرؔ کچھ چاہئے مقصد سے بھی وابستگی
خامہ فرسائی کی خاطر خامہ فرسائی نہ کر

☆☆☆

☆

گر دل میں چھپاؤں تو ہے کچھ شعلہ فشاں اور

گر دل میں چھپاؤں تو ہے کچھ شعلہ فشاں اور
ظاہر جو کروں غم کو تو دنیا کو گماں اور

کچھ لوگ لیے پھرتے ہیں اک عشقِ نہاں اور
سوز اور، تپش اور، خلش اور، فغاں اور

تیرِ غمِ دنیا کا ہدف بن ہی گیا دل
سینے میں چھپا رکھا تھا لے جاتے کہاں اور

بربادیِ دل کا مرے منکر تو نہیں وہ
پر میرا بیاں اور ہے کچھ اس کا بیاں اور

یہ عمرِ دو روزہ تو کوئی چیز نہیں ہے
ہم تجھ پہ فدا کر دیں جو ہوں زندگیاں اور

اک تیری محبت کہ سما جائے جو دل میں
دنیا کی محبت کی جگہ دل میں کہاں اور

سب پسند کی محفل سے ابھی اٹھتے ہیں دیکھو
واعظ کو ذرا ہونے دو کچھ خشک بیاں اور

وہ چہرۂ زیبا نظر آیا نہیں اب تک
کیا آئینۂ دل میں ہیں تصویرِ بتاں اور

☆☆☆

☆

عمر اک چاہیئے وا چشمِ بشر ہونے تک

عمر اک چاہیے وا چشمِ بشر ہونے تک
یعنی من جملۂ اربابِ نظر ہونے تک

مری عظمت، مری سطوت، مری قوت، سب کچھ
سید کون و مکاں کا سگِ در ہونے تک

زندگی ایک سفر طول و طویل و پُر خار
آبلہ پائیاں اُف ختمِ سفر ہونے تک

بخش دینا ترا شیوہ ہے مرے ربِ کریم
لغزشِ پا مرے ورثہ میں بشر ہونے تک

فکر و آلامِ بشر یہ نہیں کم ہونے کے
بندۂ حرص و ہوس، بندۂ زر ہونے تک

اپنی تخلیق میں اعلیٰ یہی انساں اسفل
جاگزیں قلب میں اللہ کا ڈر ہونے تک

قلبِ انجم میں چمک تھی مگر ایسی تو نہ تھی
جیسی پہلو میں رہی میرے سحر ہونے تک

سوزِ غم حضرتِ یعقوبؑ کا اللہ غنی
آنکھیں جاتی رہیں یوسفؑ کی خبر ہونے تک

خستہ جاں، سوختہ دل، آہ بلب ہے امت
یا الٰہی تری رحمت کی نظر ہونے تک

☆☆☆

☆

منزلِ عشق میں خطراتِ بہ ہر گام نہ دیکھ

منزلِ عشق میں خطراتِ بہر گام نہ دیکھ
حسنِ آغاز مبارک تجھے انجام نہ دیکھ

صاعقے، موجۂ صرصر، قفس و دام نہ دیکھ
عزمِ تزئینِ گلستاں ہے تو آرام نہ دیکھ

تیرگی بڑھ لے تو کچھ اور فروزاں ہوں گے
تابِ داغِ دلِ پُر دردِ سرِ شام نہ دیکھ

ایک ساعت بھی خوشی کی نہ میسر آئی
اس توجہ سے مجھے گردشِ ایام نہ دیکھ

صبحِ روشن ہے تعاقب میں تجھے ہو مژدہ
ہم نفس ظلمت و افسردگئ شام نہ دیکھ

داغِ دل، سوزِ جگر، رنج و الم، بیتابی
دیدنی کب ہے نظر عشق کا انجام نہ دیکھ

☆☆☆

☆

ہر متاعِ زندگی پر اف مٹا جاتا ہے دل

ہر متاعِ زندگی پر اف مٹا جاتا ہے دل
بہرۂ عقبیٰ سے بے بہرہ ہوا جاتا ہے دل

زندگی سے زندگی بھر پھر مٹایا کیجئے
ایک ہی لحظہ میں وہ فتنہ اٹھا جاتا ہے دل

یہ اگر سچ ہے تو پھر ویرانیوں کا کیا سبب
سنتے ہیں ہم مستقر تیرا کہا جاتا ہے دل

عاقبت اندیش کی ناعاقبت اندیشیاں
پہلے کیا تھا اور اب کیسا ہوا جاتا ہے دل

شوق کی منزل میں ظالم چال مجھ سے چل گیا
مجھ کو آگے کر کے خود پیچھے ہٹا جاتا ہے دل

جب کسی گم کردۂ منزل کی چھڑ جاتی ہے بات
یک بیک اپنا بھی اس دم یاد آ جاتا ہے دل

کون ہے ہر پردۂ ہستی میں پنہاں اے نظرؔ
جس کی جانب خود بخود اپنا کھنچا جاتا ہے دل

☆☆☆

☆

سلسلہ ہائے رنج و غم ہیں طویل

سلسلہ ہائے رنج و غم ہیں طویل
مدتِ زندگی خوشا ہے قلیل

اس کے جلووں کی بارشِ پیہم
ہائے محرومئ نگاہِ علیل

اصل بس لا الٰہ الّا اللّٰہ
اور سب قیل و قالِ مردِ عقیل

یاد آئی ہے کس نگاریں کی
دل مجسم بنا ہے نقشِ جمیل

کھینچتی ہے جو اپنی سمت حیات
موت دیتی ہمیں ہے بانگِ رحیل

داستانِ غمِ حیات نہ پوچھ
مختصر یہ کہ ہے طویل و ثقیل

نارِ نمرود تاب لا نہ سکی
جل بجھی آخرش ز نورِ خلیل

جس کا عاشق ہے صانعِ عالم
میرا محبوب وہ حسین و جمیل

روشنی پھر کہاں مقدر میں
بجھ گئی دل کی گر نظر قندیل

☆☆☆

☆

وہ چشمِ نم وہ قلب وہ سوزِ جگر کہاں

وہ چشمِ نم وہ قلب وہ سوزِ جگر کہاں
چلنے کو راہِ عشق میں رختِ سفر کہاں

خالی صدف ہے نقدِ متاعِ گہر کہاں
آنکھیں ہی رہ گئی ہیں حیائے نظر کہاں

بچتا ہے سنگ وخشت کی زد سے یہ سر کہاں
یہ کوئے عاشقی ہے تم آئے ادھر کہاں

وہ گل وہ گلستاں وہ بہاریں وہ نغمگی
پہلی سی وہ لطافتِ شام وسحر کہاں

سب بوالہوس ہیں حُسن رہے اب حجاب میں
سوءِ نظر تو عام ہے حُسنِ نظر کہاں

اس دورِ پُرفتن میں نہیں دل سے دل کو راہ
ہم جنس ہیں پر اُنس ہے باہم دگر کہاں

کب سے ہوں جستجو میں پہ ملتا نہیں سراغ
گم ہو کے رہ گئی ہے مری رہ گزر کہاں

اس آستاں پہ بیٹھ گئے ہم تو اے نظرؔ
ہم کو نہیں دماغ پھریں در بدر کہاں

☆☆☆

☆

دلِ غم زدہ کا صلا چاہتا ہوں

دلِ غم زدہ کا صلہ چاہتا ہوں
ان آنکھوں سے میں اور کیا چاہتا ہوں

سفاہت مری دیکھ کیا چاہتا ہوں
خدا چاہتا ماسوا چاہتا ہوں

جبیں آستانے پہ تیرے جھکا دی
میں تجدیدِ قالو بلیٰ چاہتا ہوں

جو تیری محبت سے سرشار ہو بس
میں اس طرح کا دل بنا چاہتا ہوں

میں کیا چاہوں تم جیسے رطب اللساں سے
میں بس اپنے حق میں دعا چاہتا ہوں

جو خود مجھ کو مجھ پر کرے آشکارا
وہی داستاں پھر سنا چاہتا ہوں

نہ بادہ نہ ساغر مجھے چاہیے ہے
کرم کی نظر ساقیا چاہتا ہوں

☆☆☆

☆

عبادت پر میں اکسایا گیا ہوں

عبادت پر میں اکسایا گیا ہوں
بذکرِ حور للچایا گیا ہوں

بنی ہے تب مسلماں کی سی صورت
جب انگاروں پہ تڑپایا گیا ہوں

تصور سے بنایا پیکرِ گل
کہاں تھا میں کہاں لایا گیا ہوں

خودی کی جستجو اللہ توبہ
بہت کھویا تو کچھ پایا گیا ہوں

پریشانی مرے دل کی یہی ہے
خرد کے ساتھ الجھایا گیا ہوں

اُسی صورت اٹھا مٹی میں مل کر
میں کس مٹی کا بنوایا گیا ہوں

نہیں میں واقفِ شہرِ خموشاں
نظر پہلی دفعہ لایا گیا ہوں

☆☆☆

☆

سامنے آسکے نہ جو بزم کو جگمگائے کیوں

سامنے آ سکے نہ جو بزم کو جگمگائے کیوں
رخ پہ نقاب ڈال کر جلوۂ رخ دکھائے کیوں

خار کی ہر چبھن پہ اب کرتے ہیں ہائے ہائے کیوں
کس نے کہا تھا آپ سے سیرِ چمن کو آئے کیوں

پالے جو اتنی آرزو کھائے بھی زخمِ آرزو
دل کی ہر ایک آرزو آدمی کی بر آئے کیوں

عشق کیا، کیا کرے جیسا کیا ہے خود بھرے
دل میں لگی ہے آگ جو آنکھ اسے بجھائے کیوں

عہدِ الست کو نبھا پہلو تہی نہ کر نظرؔ
عہد جو کر لے آدمی اس کو نہ پھر نبھائے کیوں

☆☆☆

☆

جانِ عالم کی آرزو تو کریں

جانِ عالم کی آرزو تو کریں
دل کی دنیا کو مشکبو تو کریں

راز کی ان سے گفتگو تو کریں
ترک وہ فرقِ ما و تُو تو کریں

کیفِ یادِ حبیب بڑھ جائے
چشمِ تر سے ذرا وضو تو کریں

پھر تری جستجو میں نکلیں گے
پہلے ہم اپنی جستجو تو کریں

مان لیں گے تمہیں مسیحِ زماں
چارۂ قلبِ فتنہ جُو تو کریں

اذنِ ساقی بھی مل ہی جائے گا
اہتمامِ مے و سبُو تو کریں

دل بہل جائے گا نظر آس کو
داخلِ شہرِ آرزو تو کریں

☆☆☆

☆

سنہرے خواب کی لازم نہیں اچھی ہوں تعبیریں

سنہرے خواب کی لازم نہیں اچھی ہوں تعبیریں
کہ بنتے بنتے دیکھا ہے بگڑ جاتی ہیں تقدیریں

بیانِ غم کی تمہیدوں میں چشمِ خونچکاں میری
کتابِ دل کے دیباچے میں خوں آلودہ تحریریں

وہ یزداں ہے تو برسائے گا رحمت کی گھٹا پھر بھی
ہم انساں ہیں تو ہوتی ہی رہیں گی ہم سے تقصیریں

جنونِ پختہ کاراں کو نہیں تحریک کم ظرفو
جنونِ خام کو دکھلاؤ تم سونے کی زنجیریں

غم و اندوہ ، یاس و رنج وحرماں، درد و بیتابی
یہی ہوتی رہی ہیں آج تک اس دل کی تفسیریں

ادب گاہِ محبت میں نظر کچھ سوچ کر جانا
بغیرِ جرم بھی ملتے یہاں دیکھی ہیں تعزیریں

☆☆☆

☆

سمجھا ہے تو کہ خوش ہیں عنادل بہار میں

سمجھا ہے تو کہ خوش ہیں عنادل بہار میں
محسوس مجھ کو درد ہے صوتِ ہزار میں

سو رنگ بھر گئے ہیں دلِ شرمسار میں
تصویر کس کی ہے نگہِ اشکبار میں

در اصل ہاں وہی تو غریب الدیار ہے
جس کا کہ جی لگے نہ خود اپنے دیار میں

وعدوں کے اعتبار کا ایسا یقیں کہاں
جیسا یقینِ شک ہے مجھے اعتبار میں

کیا کیا ہوا بہار میں بتلایئے مجھے
موقف مرا جنوں کا رہا ہے بہار میں

اب ایک ایک دشمنِ جاں ہو گیا مرا
حق بات کہہ گیا تھا نظرؔ میں ہزار میں

☆☆☆

☆

ہے اِدھر اُدھر ہے یہاں وہاں دلِ منتشر تگ و تاز میں

ہے اِدھر اُدھر، ہے یہاں وہاں، دلِ منتشر تگ و تاز میں
سرِ بندگی تو جھکا دیا، مِرا دل نہیں ہے نماز میں

کبھی محوِ دیدِ بتاں نظر، کبھی صیدِ عشقِ بتاں ہے دل
ملے وہ حقیقتِ دل نشیں، کہاں اس طریقِ مجاز میں

اک اشارہ پا کے ہزاروں خم ترے مے کشوں نے لنڈھا دیے
وہ مزا ملا انہیں ساقیا، تری چشمِ بادہ نواز میں

تو ہے مثلِ نغمۂ جاں فزا، تو گزر دلوں سے فضا پہ چھا
نہ اسیر پردۂ ساز رہ، نہ سمٹ تو پردۂ ساز میں

یہ سکوں کی جنسِ گراں بہا، میں بتا نہ دوں تجھے ہے کہاں
ہے ثنائے ربِ جلیل میں، ہے دعائے قلبِ گداز میں

کہیں ٹوٹ جائے نہ آئینہ، نہ تماشہ دل کا بنے نظرؔ
کہ ہزاروں فتنے مچل رہے ہیں نگاہِ فتنہ طراز میں

☆☆☆

☆

نام ان کا ہر گھڑی وردِ زباں رکھتا ہوں میں

نام ان کا ہر گھڑی وردِ زباں رکھتا ہوں میں
ہر نفس کو مشکبو، عنبر فشاں رکھتا ہوں میں

گرمیِ محشر سے سامانِ اماں رکھتا ہوں میں
سایۂ دامانِ شاہِ دوجہاں رکھتا ہوں میں

آرزوئے دعوتِ برقِ تپاں رکھتا ہوں میں
شاخِ ہر گل پر بنائے آشیاں رکھتا ہوں میں

میں نہیں، ہاں میں نہیں شائستۂ منزل ابھی
دل میں صد اندیشۂ سود و زیاں رکھتا ہوں میں

کافری شیوہ مرا، فطرت مسلمانی مری
یاد ان کی سو بتوں کے درمیاں رکھتا ہوں میں

موج زن ہو کر نظر آئے نہ تو امرِ دگر
دل میں ورنہ غم کا اک سیلِ رواں رکھتا ہوں میں

☆☆☆

☆

دنیائے دوں کی چاہ کیے جا رہا ہوں میں

دنیائے دوں کی چاہ کیے جا رہا ہوں میں
دنیائے دل تباہ کیے جا رہا ہوں میں

ہر لحظہ آہ آہ کیے جا رہا ہوں میں
ہر غم سے یوں نباہ کیے جا رہا ہوں میں

محرومِ ہر گناہ کیے جا رہا ہوں میں
دل پر کڑی نگاہ کیے جا رہا ہوں میں

ہے جرمِ عاشقی کی سزا سوز و کرب و درد
اے دل تجھے گواہ کیے جا رہا ہوں میں

خوش آئے یا نہ آئے یہ دنیا یہ ہم نفس
کرنا ہے اور نباہ کیے جا رہا ہوں میں

تیرے ہی آستاں کے لیے وقف کر کے سر
تصدیقِ لا الٰہ کیے جا رہا ہوں میں

وہ جانِ انتظار کب آجائے کیا خبر
آنکھوں کو فرشِ راہ کیے جا رہا ہوں میں

عذرِ گناہ اور بھی بد تر گناہ ہے
جس کو خدا گواہ، کیے جا رہا ہوں میں

حاصل ہو کیفِ اشکِ ندامت گہے نظرؔ
دانستہ کچھ گناہ کیے جا رہا ہوں میں

☆☆☆

☆

تو ہے خوش اور سوگوار ہوں میں

تو ہے خوش اور سوگوار ہوں میں
غم کو فی الوقت سازگار ہوں میں

پائمالِ خزاں ہوں اب ورنہ
روحِ افسانۂ بہار ہوں میں

میکدہ سے نکل گیا خود ہی
بدنصیب ایسا بادہ خوار ہوں میں

کون واقف ہے میرے رازوں سے
آپ ہی اپنا رازدار ہوں میں

میں ہنسی اپنی روک لیتا ہوں
واقفِ جورِ روزگار ہوں میں

بخش دے مجھ کو اپنی رحمت سے
اپنے عصیاں پہ شرمسار ہوں میں

اس سے ملنے کی ہے نظر آمید
پھر یہ کیا ہے کہ بے قرار ہوں میں

☆☆☆

☆

سادہ ورق نہ تھا مری فردِ گناہ میں

سادہ ورق نہ تھا مری فردِ گناہ میں
ڈھانپا ہے پھر بھی دامنِ رحمت پناہ میں

عزمِ سفر کوئی ہے نہ منزل نگاہ میں
اب کارواں ٹھہر ہی گیا جیسے راہ میں

خود ہے اسیرِ حلقۂ شام و پگاہ میں
انساں کا ہاتھ کب ہے سپید و سیاہ میں

رک جائے سیلِ اشکِ رواں تھوڑی دیر کو
تصویر کھنچ رہی ہے کسی کی نگاہ میں

نغمہ سرائیاں ہیں مزامیر و رقص بھی
کیا کچھ نہیں ہے شیخ کی اس خانقاہ میں

اپنوں کے خون کا بھی نہیں اعتبار کچھ
پھینکا تھا کس نے یوسفِ کنعاں کو چاہ میں

اے بے بصر تلاش تجھے اس کی ہے یہاں
دل کا سکوں نہیں ہے زر و عزّ و جاہ میں

تولوں تو کائنات بھی پاسَنگ ہے نظرؔ
میزان وہ ملی ہے مجھے لا الٰہ میں

☆☆☆

☆

خرابِ عشق کیا دل لگی کے پردے میں

خرابِ عشق کیا دل لگی کے پردے میں
یہ دل عدو ہی بنا دوستی کے پردے میں

سمیٹتے ہیں جو زر بے زری کے پردے میں
ہزار عیش کریں مفلسی کے پردے میں

ہزار غم تھے جو اک سرخوشی کے پردے میں
چھلک پڑے ہیں کچھ آنسو ہنسی کے پردے میں

ہے اس کی یاد مرے دل کی ظلمتوں میں نہاں
خوشا چراغ کہ ہے تیرگی کے پردے میں

جنابِ شیخ کے بارے میں عام شہرت ہے
ہزار عیب کریں بندگی کے پردے میں

تمام اہلِ بصیرت ہیں متفق اس پر
خدا شناسی ہے خود آگہی کے پردے میں

کہاں سے عظمتِ دیرینہ اپنی دکھلائیں
چھپی پڑی ہے وہ چودہ صدی کے پردے میں

لباسِ شرم اتارے تو پھر بشر یہ کہاں
بشر بشر ہے نظر شرم ہی کے پردے میں

☆☆☆

☆

چہار سمت سے رقصاں ہوائیں کیا کیا ہیں

چہار سمت سے رقصاں ہوائیں کیا کیا ہیں
نظارہ خوب ہے چھائی گھٹائیں کیا کیا ہیں

بہ بارگاہِ خدا التجائیں کیا کیا ہیں
مریضِ ہجر کے حق میں دعائیں کیا کیا ہیں

فراق و کرب، غم و التہاب و بیتابی
بہ جرمِ عشقِ بتاں اف سزائیں کیا کیا ہیں

ہماری لغزشِ پا کا بہت ہی امکاں ہے
کہ فتنہ ہائے حسیں دائیں بائیں کیا کیا ہیں

کوئی شمار کرے گر شمار کر نہ سکے
خدا کی بندوں کو اپنے عطائیں کیا کیا ہیں

کوئی ورق بھی تو سادہ نہیں خدا کی پناہ
ہماری فردِ عمل میں خطائیں کیا کیا ہیں

کچھ ایک دو تو نہیں آپ سے ہمیں شکوے
ہٹائیں بھی اب، کیا بتائیں کیا کیا ہیں

نہ آئے تھے تو تعفن سے پُر زمانہ تھا
وہ آ گئے تو معطر فضائیں کیا کیا ہیں

جو سیدھی راہ ہے چلنا ہے مستقل اس پر
رکاوٹوں کو نہ خاطر میں لائیں کیا کیا ہیں

ضیاعِ جاں کا بھی خطرہ ہے صرفِ زر کے سوا
رہِ خدا میں نظر آ ابتلائیں کیا کیا ہیں

☆☆☆

☆

بہار آئی ہے گلشن میں، اسیرِ باغباں ہم ہیں

بہار آئی ہے گلشن میں، اسیرِ باغباں ہم ہیں
زباں رکھتے ہوئے بھی وائے قسمت، بے زباں ہم ہیں

ابھی سے کیا کہیں، ناکام ہیں یا کامراں ہم ہیں
کہ یہ دورِ عبوری ہے، بقیدِ امتحاں ہم ہیں

بھٹکتے پھر رہے ہیں ہم نشانِ منزل کا گم کر کے
حیا آتی ہے اب کہتے، حرم کے پاسباں ہم ہیں

سنے دنیا تو حیرت ہو، اگر دیکھے تاسف ہو
وہ رودادِ جہاں ہم ہیں، وہ بربادِ جہاں ہم ہیں

تلاشِ کارواں کیوں ہو؟ تلاشِ راہبر کیوں ہو؟
کہ جب خود کارواں ہم، خود ہی میرِ کارواں ہم ہیں

جو گزرے گی، سو گزرے گی، کہ اس میں دخل کیا اپنا
خدا حافظ نظرؔ، رکھتے بنائے آشیاں ہم ہیں

☆☆☆

☆

وفاداریوں پر وفاداریاں ہیں

وفاداریوں پر وفاداریاں ہیں
ہماری طرف سے یہ تیاریاں ہیں

زمانہ کی کیا کیا ستم گاریاں ہیں
نئی سے نئی اس کی عیاریاں ہیں

خلش، آہ و آنسو، فغاں، درد و حسرت
محبت میں ساری ہی بیماریاں ہیں

یہ جنت، یہ نہریں، یہ غلماں، یہ حوریں
مداراتِ مؤمن کی تیاریاں ہیں

نکالو زکوٰۃِ محبت میں جاں کو
کہ اس تک ہی ساری دل آزاریاں ہیں

بہ آہِ سحر کر انہیں شعلہ ساماں
جو ایماں کی باقی یہ چنگاریاں ہیں

نظر کو نہیں جب سے عرفانِ منزل
اِدھر کی، اُدھر کی، اسے خواریاں ہیں

☆☆☆

☆

نقش یادوں کے تری دل سے مٹے جاتے ہیں

نقش یادوں کے تری دل سے مٹے جاتے ہیں
آپ ہم اپنی نگاہوں میں گرے جاتے ہیں

لاکھ پردوں میں وہ حالانکہ چھپے جاتے ہیں
پھر بھی دل جلووں سے مسحور کئے جاتے ہیں

دل کی ہر ایک تمنا پہ مٹے جاتے ہیں
ہائے وہ لوگ جو بے موت مرے جاتے ہیں

زندگی کا نہیں ارماں پہ جئے جاتے ہیں
یعنی جینے کا تکلف سا کئے جاتے ہیں

کوئی کچھ کہتا رہے وہ نہیں سننے کے اسے
شیخ صاحب تو بس اپنی ہی کہے جاتے ہیں

اس زمانہ میں یہ منظر بھی نظر سے گزرا
اپنے ہی دام میں صیاد پھنسے جاتے ہیں

عقل پُر پیچ تو ہے چون و چرا کی خوگر
عشق میں فیصلے سب دل سے کیے جاتے ہیں

ہائے کیا کہیے کہ جو نازشِ محفل تھے نظرؔ
ایک اک کر کے وہ محفل سے اٹھے جاتے ہیں

☆☆☆

☆

پردے پہ تخیل کے ان کی تصویر اتارا کرتے ہیں

پردے پہ تخیل کے ان کی تصویر اتارا کرتے ہیں
تنہائی کی گھڑیاں اکثر ہم اس طرح گزارا کرتے ہیں

یہ عشق کے مارے بے چارے کب درد کا چارہ کرتے ہیں
ہر چوٹ کو سہتے ہیں ہنس کر، ہر زخم گوارا کرتے ہیں

وہ آگ کی بھٹی سے پہلے طالب کو گزارا کرتے ہیں
پھر کہہ کے خلیل اللہ اسے الفت سے پکارا کرتے ہیں

وہ عشرتِ ساحل کیا جانیں، گزرے نہ جو موجِ طوفاں سے
وہ لطفِ مسرت کیا جانیں، جو غم سے کنارا کرتے ہیں

فتنہ کوئی تازہ ابھرے گا، طوفان کھڑا ہو گا کوئی
حالات اشارا کرتے ہیں اور صاف اشارا کرتے ہیں

دل خون ہوا ہو گا یونہی ، پھر ڈوب گیا ہو گا یونہی
ہم ڈوبتے سورج کا یونہی ہر روز نظارہ کرتے ہیں

اے دیکھنے والے دیکھ ذرا یہ فرقِ مزاجِ شمع و گل
وہ رو کے گزارے عمر اپنی، یہ ہنس کے گزارا کرتے ہیں

☆☆☆

☆

دکھا دکھا کے وہ ہر نیک کام کرتے ہیں

دکھا دکھا کے وہ ہر نیک کام کرتے ہیں
جنابِ شیخ بھی کارِ حرام کرتے ہیں

خدا پناہ وہ اب ایسے کام کرتے ہیں
کہ فتنے دور سے ان کو سلام کرتے ہیں

یہ چاندنی یہ ستارے یہ عالمِ ہجراں
ہماری نیند یہ مل کر حرام کرتے ہیں

طلوعِ صبح کے آثار دور دور نہیں
دراز وہ تو ابھی زلفِ شام کرتے ہیں

بس اتنی بات پہ یارانِ بزم ہیں ناخوش
پرانی قدروں کا ہم احترام کرتے ہیں

نچوڑ دیں گے ہر آنسو ہم آج آنکھوں سے
ہم آئے دن کا یہ جھگڑا تمام کرتے ہیں

ہجومِ جلوۂ رنگیں میں کھو نہ جائے دل
ہم احتیاطِ نظر گام گام کرتے ہیں

☆☆☆

☆

درمیاں پردۂ حائل کو اٹھا سکتے ہیں

درمیاں پردۂ حائل کو اٹھا سکتے ہیں
ایک دنیا کو وہ دیوانہ بنا سکتے ہیں

نالۂ درد کہیں کام اگر آ جائے
چشمِ رحمت وہ مری سمت اٹھا سکتے ہیں

ایسے کم ہیں کہ جو میدانِ عمل میں اتریں
بیٹھ کر بات تو سب لوگ بنا سکتے ہیں

دعوتِ عام ہے میخانۂ توحید ہے یہ
کلمہ ساقی کا پڑھیں جو بھی وہ آ سکتے ہیں

در بدر ٹھوکریں کھانے کا جنھیں ہو سودا
آستاں چھوڑ کے تیرا وہی جا سکتے ہیں

اتنی قوت ہے بہم مجھ کو ترے غم کے طفیل
آنکھ غم ہائے زمانہ سے ملا سکتے ہیں

تابِ افسانۂ غم دل کو نہیں ہے اب تو
ہم نہ سن سکتے ہیں اس کو نہ سنا سکتے ہیں

ناز برداری دل بھی نہیں ہوتی ہم سے
ہم زمانے کے کہاں ناز اٹھا سکتے ہیں

اے نظر روضۂ اقدس پہ کبھی جا تو سہی
تیری بگڑی وہی سرکار بنا سکتے ہیں

☆☆☆

☆

عطاؤں میں شانِ کرم دیکھتے ہیں

عطاؤں میں شانِ کرم دیکھتے ہیں
وہ دل کے لیے بسطِ غم دیکھتے ہیں

ہم ان کا کرم در کرم دیکھتے ہیں
توجہ ترحّم بہم دیکھتے ہیں

دلوں پر ہیں جن کے عنایت کی نظریں
وہ تا اوجِ لوح و قلم دیکھتے ہیں

غم و نالۂ و آہ و اندوہ و حرماں
محبت ستم ہی ستم دیکھتے ہیں

نگاہِ توجہ مداوائے صد غم
کرم کو محیطِ ستم دیکھتے ہیں

اخوت، خلوص و وفا، آدمیت
جہاں میں نظر کالعدم دیکھتے ہیں

☆☆☆

☆

دورانِ خطابت منبر پر اوروں پہ تو برہم ہوتے ہیں

دورانِ خطابت منبر پر اوروں پہ تو برہم ہوتے ہیں
منکر کی مجالس میں لیکن خود شیخِ مکرم ہوتے ہیں

جنت ہے تمہارا مل جانا، دوزخ ہے بچھڑ جانا تم سے
کچھ اس کے سوا معلوم نہیں کیا خلد و جہنم ہوتے ہیں

وہ آخرِ شب کا سناٹا، وہ کیفِ تقرب کا عالم
مائل بہ کرم وہ ہوتا ہے، مصروفِ دعا ہم ہوتے ہیں

دیکھیں نہ تو ان کی بے نوری، سمجھیں نہ تو ان کی نا سمجھی
قدرت کے اشارے تادیبی، بندوں کو تو پیہم ہوتے ہیں

رندوں کی نگاہیں کیوں نہ اٹھیں، ساقی کی نگاہوں کی جانب
ساقی کی نگاہوں سے ظاہر اسرارِ دو عالم ہوتے ہیں

احساسِ محبت، رنج و الم، ہم رشتہ و پیوستہ ہیں نظرؔ
یہ بطنِ ازل سے پیدا ہی کہتے ہیں کہ توأم ہوتے ہیں

☆☆☆

☆

وہ جب سے بدگمان و سرگراں معلوم ہوتے ہیں

وہ جب سے بدگمان و سرگراں معلوم ہوتے ہیں
ہمیں بے کیف سے کون و مکاں معلوم ہوتے ہیں

وہ رگ رگ میں مری روحِ رواں معلوم ہوتے ہیں
نظر آئیں نہ آئیں دلستاں معلوم ہوتے ہیں

اِدھر ذرے ہیں تابندہ، اُدھر تارے درخشندہ
ترے جلوے زمیں تا آسماں معلوم ہوتے ہیں

مرے قصے میں ضمناً آ گئے تھے تذکرے ان کے
وہی وجہِ فروغِ داستاں معلوم ہوتے ہیں

وہی آغازِ ہر عنواں وہی انجامِ ہر عنواں
وہی ہر داستاں کے درمیاں معلوم ہوتے ہیں

بڑا ہی شور برپا ہے غزل خواں کون ہے ایسا
سرِ محفل نظرؔ رطب اللساں معلوم ہوتے ہیں

☆☆☆

☆

خستہ دل، نالہ بلب، شعلہ بجاں ٹھہرے ہیں

خستہ دل، نالہ بلب، شعلہ بجاں ٹھہرے ہیں
پھر بھی کس شوق سے سب اہلِ جہاں ٹھہرے ہیں

ناتواں دل ہے مگر عزم جواں ٹھہرے ہیں
ان سے پوچھے کوئی آ کر یہ کہاں ٹھہرے ہیں

نیند آ جائے ہمیں بھی نہ عیاذاً باللہ
سب یہ کہتے ہیں کہ وہ سحر بیاں ٹھہرے ہیں

ہم نے واعظ کو نہ پایا کبھی سرگرمِ عمل
دمِ تقریر مگر شعلہ بیاں ٹھہرے ہیں

کچھ سبب کیجیے معلوم کسی سے کہ ہمیں
کیوں یہ آفت زدۂ دورِ خزاں ٹھہرے ہیں

ہم تو ہیں سایۂ دیوارِ حرم میں لیکن
شیخ جی اپنی کہیں آپ کہاں ٹھہرے ہیں

ایسی باتیں ہیں کہ آشفتہ سری بڑھ جائے
اے نظر آہلِ جنوں دشمنِ جاں ٹھہرے ہیں

☆☆☆

☆

گم ہوتے ہوئے عقلِ بشر دیکھ رہے ہیں

گم ہوتے ہوئے عقلِ بشر دیکھ رہے ہیں
کم ہوتے ہوئے اہلِ نظر دیکھ رہے ہیں

اک عالمِ پنہاں وَ دگر دیکھ رہے ہیں
جو چیر کے ذرہ کا جگر دیکھ رہے ہیں

افسونِ شبِ تار سے مغلوب ہوا تُو
ہم چشمِ تصور سے سحر دیکھ رہے ہیں

دل خانۂ سرداب تو ہوا جاتا ہے صد حیف
بجھتا ہوا ایماں کا شرر دیکھ رہے ہیں

سینچا ہے تجھے خون سے اے نخلِ تمنا
آتا ہی نہیں تجھ پہ ثمر دیکھ رہے ہیں

اللہ رے بدلی ہے نظر ان کی ذرا جو
بدلے ہوئے ہم شام و سحر دیکھ رہے ہیں

☆☆☆

☆

دل ہے کہ اس نے سیکڑوں فتنے اٹھائے ہیں

دل ہے کہ اس نے سیکڑوں فتنے اٹھائے ہیں
ہم ہیں کہ اس کو سینے سے پھر بھی لگائے ہیں

ہنس کر بروئے بزم غمِ دل چھپائے ہیں
چہرے پہ ہم خوشی کا ملمع چڑھائے ہیں

ایماں کی قوتوں نے دیا ہے مجھے ثبات
جب راہِ حق میں میرے قدم ڈگمگائے ہیں

غم بجھ گئے ہیں اور تمنا چمک اٹھی
بزمِ تصورات میں جب آپ آئے ہیں

وہ آئے یا نہ آئے مقدر کی بات ہے
ہم منتظر ہیں راہ میں آنکھیں بچھائے ہیں

شاخیں ہیں سر بریدہ ہیں غنچے پریدہ رنگ
اہلِ چمن نے دیکھئے کیا گل کھلائے ہیں

ان کی حریمِ ناز کی اللہ رے کشش
سارے جہاں سے کھنچ کے یہاں لوگ آئے ہیں

وہ زندگی کہاں کہ جسے زندگی کہیں
بس تہمتِ حیات نظر ہم اٹھائے ہیں

☆☆☆

☆

جو عقدہ کشا ہے وہ سرا بھول گئے ہیں

جو عقدہ کشا ہے وہ سرا بھول گئے ہیں
کیا بھول ہے ہم دینِ خدا بھول گئے ہیں

پھر ظلمتِ دل ڈسنے کو آئی ہے ہمیں آہ
شبگوں جو تری زلفِ دوتا بھول گئے ہیں

جھگڑا نہ فرو ہو گا ہمارا یہ کسی سے
ہم اصل میں جھگڑے کی بنا بھول گئے ہیں

پھر عقلِ دل آزار کی باتوں میں ہم آئے
پھر ہم نگہِ ہوشربا بھول گئے ہیں

آرامِ دل و جاں کے تعاقب میں ہیں فی الحال
کچھ یہ تو نہیں راہِ وفا بھول گئے ہیں

گزرے گی مری زیست کس انداز و ادا سے
ہم اس کی اب ایک ایک ادا بھول گئے ہیں

حسرت میں بدل جانے دو ان آرزوؤں کو
ہم دل کو نظر بہرِ خدا بھول گئے ہیں

☆☆☆

☆

مرے شعلہ بار نالے مری شعلہ بار آہیں

مرے شعلہ بار نالے، مری شعلہ بار آہیں
نہ جلا کے راکھ کر دیں کہیں تیری خواب گاہیں

ترے ہر ستم کو سہہ کر ترا ہر ستم سراہیں
یہ نہ ہم سے ہو سکے گا تری دوستی نباہیں

سرِ شام ہی سے نالے، سرِ شام ہی سے آہیں
شبِ غم سے کس طرح ہم دمِ صبح تک نباہیں

دلِ بد نصیب ہی کو کوئی عارضہ ہے ورنہ
وہی سحر ان میں اب تک وہ آپ کی نگاہیں

ہو ہزار سعیِ پیہم، ہو ہزار جہدِ منزل
میں پہنچ سکوں گا کیسے اگر آپ ہی نہ چاہیں

جو روش روش چمن کی ابھی خار و خس سے پُر ہے
تو بہارِ آمدہ کو ابھی کس طرح سراہیں

یہ فضائے گلستاں تو ہمیں کچھ بھی خوش نہ آئی
کہیں چاک دامنِ گل کہیں بلبلوں کی آہیں

ترے بندگانِ عاجز کا کہیں نہ ہو ٹھکانہ
تری رحمت و کرم کی نہ ملیں اگر پناہیں

جسے حوصلہ نظر ہو وہی میرے ساتھ آئے
مری منزلِ وفا کی تو بہت کٹھن ہیں راہیں
☆☆☆

☆

خرد کا جامۂ پارینہ تار تار نہیں

خرد کا جامۂ پارینہ تار تار نہیں
جنونِ عشق ابھی تجھ پہ آشکار نہیں

ہمارے ذوقِ طلب میں نہ فرق آئے گا
وہ ایک بار کہے یا ہزار بار نہیں

بہ طرزِ عام نہیں میری بادہ آشامی
رہینِ بادۂ باطل مرا خمار نہیں

رہِ طلب کے مصائب بھی عین راحت ہیں
گلِ مراد سے وابستہ خار خار نہیں

تمہارے وعدوں پہ دل کی عجب ہے کیفیت
کچھ اعتبار سا ہے بھی کچھ اعتبار نہیں

خلوصِ توبہ ہے نا معتبر نظر تیرا
کہ تیری آنکھ تو نم ہے دل اشکبار نہیں

☆☆☆

☆

میں گرچہ اسیرِ افسونِ ظلماتِ شبِ دیجور نہیں

میں گرچہ اسیرِ افسونِ ظلماتِ شبِ دیجور نہیں
پھر بات یہ کیا ہے اے ہمدم! کیوں مطلعِ دل پرنور نہیں

تحصیلِ جناں مطلوب نہیں، مقصودِ عبادت حور نہیں
جز تیری رضا، جز تیری خوشی، کچھ اور مجھے منظور نہیں

آزادیِ انساں کا مبحث دو رُخ سے سمجھنا ہے یعنی
مختار ہے اور مختار نہیں، مجبور رہے اور مجبور نہیں

اک بار ذرا سے ہنسنے کا انجام کلی نے دیکھ لیا
تقریبِ مسرت کا یعنی دنیا میں کوئی دستور نہیں

اللہ رے پاسِ ناراضی، اللہ رے پاسِ دلداری
جو بات انہیں منظور نہیں، وہ بات مجھے منظور نہیں

اے مردِ مسلماں ہمت رکھ، اے مردِ مجاہد کوشاں رہ
اسلام کا پرچم لہرائے ہر بام پہ وہ دن دور نہیں

اف شانِ وجودی کیا کہنے، اف شانِ حجابی اس کی نظرؔ
موجود ہے اور موجود نہیں، مستور ہے اور مستور نہیں

☆☆☆

☆

کہاں پہ جلوۂ جاناں کا انعکاس نہیں

کہاں پہ جلوۂ جاناں کا انعکاس نہیں
نگاہ دیکھنے والی ترے ہی پاس نہیں

کوئی بھی شکل نہ دیکھی کہ جو اداس نہیں
ہوائے گلشنِ ہستی کسی کو راس نہیں

بفیضِ عشق میسر نہیں ہے کیا دل کو
خلش نہیں کہ نہیں رنج و غم کہ یاس نہیں

یہ قولِ اہلِ خرد ہے ہمیں نہیں کہتے
سکونِ دل کا مداوا خرد کے پاس نہیں

خود اپنی ذات کا عرفان تجھ پہ ہے لازم
کہ خود شناس نہیں جو خدا شناس نہیں

ستم کے بھیس میں پنہاں کوئی کرم ہو گا
ستم کرے وہ یہ کہتا مرا قیاس نہیں

کلام حق ہے مگر بات یہ بھی ہے برحق
جنابِ شیخ کی باتوں میں کچھ مٹھاس نہیں

چمن پہ اہلِ چمن کے سبب گری بجلی
سنی ہے جب سے خبر یہ بحا حواس نہیں

نظر فریب تو ہے دل پسند ہو نہ سکا
وہ پھول جس میں بجز رنگ کوئی باس نہیں

☆☆☆

☆

دل تری یاد سے کس رات ہم آغوش نہیں

دل تری یاد سے کس رات ہم آغوش نہیں
نیند آتی مجھے کس وقت ہے کچھ ہوش نہیں

رندِ شائستہ ہوں میں رندِ بلا نوش نہیں
ہیں مرے ہوش بجا تیرے بجا ہوش نہیں

شاخِ نخلِ چمنستاں ابھی گل پوش نہیں
دیکھنا رنگِ بہاراں کا ابھی جوش نہیں

نگہِ ساقیِ گلفام کہ ہے ہوش ربا
کون ایسا ہے سرِ بزم کہ مدہوش نہیں

سحر انگیزی و شیرینیِ گفتار نہ پوچھ
کون آواز پہ ان کی ہمہ تن گوش نہیں

ٹوک دیتا ہے معاً مجھ کو مری لغزش پر
ہے ضمیر اپنا کہ رہتا کبھی خاموش نہیں

سر گراں اب بھی ہے کیوں وہ یہ مجھے کیا معلوم
میں وفا کیش نہیں یا میں ستم کوش نہیں

تو خطا پوش ہے کیوں تو ہے نظر سے روپوش
میں خطا کر کے بھی تجھ سے کبھی روپوش نہیں

☆☆☆

☆

یہ برہمی یہ تری بے رخی قبول نہیں

یہ برہمی یہ تری بے رخی قبول نہیں
کسی بھی رخ، یہ رخِ زندگی قبول نہیں

وہ سن لیں جن کو غمِ زندگی قبول نہیں
کہ زندگی کو بھی ان کی خوشی قبول نہیں

جو میرے ہوش اڑا دے، حواس گم کر دے
خدا پناہ کہ وہ آگہی قبول نہیں

نکالتا ہوں محبت کی کچھ نئی راہیں
شکستِ دل سے مجھے آشتی قبول نہیں

خودی کو میری جگا دے، وہ مئے پلا ساقی
خطا معاف، مئے بے خودی قبول نہیں

پیامِ مرگ ہی لائے نہ کیوں، سحر تو ہو
شبِ فراق کی یہ تیرگی قبول نہیں

یہ قہقہے یہ تبسم تجھے مبارک ہوں
کہ چار دن کی مجھے چاندنی قبول نہیں

رہِ حیات ہے واضح بفضلِ رب اپنی
اِدھر اُدھر کی نظر کج روی قبول نہیں

☆☆☆

☆

دل میں جو خلش پنہاں ہے کہیں اس کا ہی تو یہ انجام نہیں

دل میں جو خلش پنہاں ہے کہیں، اس کا ہی تو یہ انجام نہیں
دل وقفِ غم و آلام ہوا، اب دل میں خوشی کا نام نہیں

مرہونِ حقیقت ہیں اب ہم، باطل سے ہمیں کچھ کام نہیں
احسانِ نگاہِ ساقی ہے، اب شغلِ مئے گل فام نہیں

احساسِ زیاں تو رکھتے ہیں، لیکن یہ بروئے کار بھی ہو
منزل کی طلب ہے دل میں مگر، منزل کی طرف اقدام نہیں

خورشیدِ منور، نجمِ فلک، دونوں سے سبق یہ ملتا ہے
جو شام کو آیا صبح نہیں، جو صبح کو آیا شام نہیں

اے جادۂ الفت کے راہی، اے خوبیِ قسمت کے مالک
تُو فائزِ منزل ہو کہ نہ ہو، ہر حال میں تُو ناکام نہیں

رنگینیِ فطرت ہے قائم، پر ان کے ایک نہ ہونے سے
اب صبح میں کیفِ صبح نہیں، اب شام میں کیفِ شام نہیں

بس نفس سے رشتہ باقی ہے، اب روح سے رشتہ ٹوٹ چکا
جینے کی دعا کیوں دیتے ہو؟ زندوں میں نظر آ کا نام نہیں

☆☆☆

☆

اس حقیقت سے میں نامحرم نہیں

اس حقیقت سے میں نامحرم نہیں
ہو تمہیں تم اور کچھ بھی ہم نہیں

ابنِ آدم کی یہ دل بیزاریاں
چند انساں بھی تو خوش باہم نہیں

دل ابھی تک موردِ اوہام ہے
رشتۂ ایماں ابھی محکم نہیں

وہ بتِ کافر بھی اُف کہنے لگا
بازوئے مسلم میں اب دَم خَم نہیں

ڈگمگاتے ہیں قدم چلنا محال
دردِ الفت کی چمک پیہم نہیں

کثرتِ غم ہے علاجِ غم نظرؔ
کون کہتا ہے علاجِ غم نہیں

☆☆☆

☆

بے تابیاں نہیں ہیں کہ رنج و الم نہیں

بے تابیاں نہیں ہیں کہ رنج و الم نہیں
اِس ایک دل پہ عشق کے کیا کیا کرم نہیں

دو دن کی زندگی اسے صدیوں سے کم نہیں
وہ کم نصیب ہے جسے توفیقِ غم نہیں

دنیا ستم طراز سہی کوئی غم نہیں
دنیا سے بھاگ جائیں مگر ایسے ہم نہیں

منزل مری جدھر ہے رخِ دل اُدھر کہاں
صد حیف مجھ سے دل ہی مرا ہمقدم نہیں

دنیا کی اس بساط پہ اللہ رے انقلاب
آدم ہی ایک چیز ہے وہ بھی اہم نہیں

اپنی شکست مان لے اے خنجر آزما
خنجر میں تیرے خم ہے مرا سر تو خم نہیں

کرنا ہے اعتبار تو کر لو نظر پہ تم
سچی ہو بات پھر بھی وہ کھاتا قسم نہیں

☆☆☆

☆

جذبۂ عشقِ شہِ ہر دو سرا ہے کہ نہیں

جذبۂ عشقِ شہِ ہر دو سرا ہے کہ نہیں
دیکھیے دل کو مسلمان ہوا ہے کہ نہیں

کون سا زیست میں وہ تلخ مزا ہے کہ نہیں
ایسے جینے سے تو مرنا ہی بھلا ہے کہ نہیں

میری ہر بات پہ تم نے جو کہا ہے کہ نہیں
خود ہی سوچو یہی جھگڑے کی بنا ہے کہ نہیں

حوصلہ ہے کہ میں محرومِ بیاں رکھتا ہوں
کون سا تجھ سے مجھے ورنہ گلہ ہے کہ نہیں

اس قدر مشقِ ستم دل پہ عیاذاً باللہ
ارے ظالم تجھے کچھ خوفِ خدا ہے کہ نہیں

وائے تقدیر سنبھلتا ہی نہیں حالِ نظرؔ
کون سی ورنہ دوا اور دعا ہے کہ نہیں

☆☆☆

☆

جہاں میں جنسِ وفا کم ہے کالعدم تو نہیں

جہاں میں جنسِ وفا کم ہے کالعدم تو نہیں
ہمارے حوصلۂ دل کو یہ بھی کم تو نہیں

ہم ایک سانس میں پی جائیں جامِ جم تو نہیں
سرشکِ غم ہیں پئیں گے پر ایک دم تو نہیں

تمہارے قہر کی خاطر اکیلے ہم تو نہیں
نگاہِ مہر بھی ڈالو تمہیں قسم تو نہیں

خدا کا گھر ہے مرا دل یہاں صنم تو نہیں
یہ میکدہ تو نہیں ہے یہ کچھ حرم تو نہیں

مرے غموں کا تجھے کیا لگے گا اندازہ
کہ تجھ کو اپنے ہی غم ہیں پرائے غم تو نہیں

مرے خیال میں پیچیدگی سہی لیکن
تمہاری زلفوں کی مانند پیچ و خم تو نہیں

جنوں نہیں ہمیں پیچھے لگیں جو دنیا کے
خدا کے بندے ہیں ہم بندۂ شکم تو نہیں

ہزار کیفِ بہشتِ بریں میں ہیں لیکن
دل اپنا جس کا ہے خوگر وہ کیفِ غم تو نہیں

لگے گی دیر سنبھلنے میں لغزشِ دل سے
سنبھل کھڑے ہوں نظر آ لغزشِ قدم تو نہیں

☆☆☆

☆

فرصت نصیب از لعب و ہاؤ و ہو نہیں

فرصت نصیب از لعب و ہاؤ و ہُو نہیں
مدت سے میری دل سے ہوئی گفتگو نہیں

ساقی نہیں، وہ بادۂ و جام و سبو نہیں
وہ مستیِ شبانہ وہ جوشِ لہو نہیں

یکسو ہوا ہوں میری نگہ سو بہ سو نہیں
تجھ کو ہی دیکھنا ہے تو کیا دل میں تو نہیں

مانارہِ طلب میں قدم زن نہیں ہوں پر
یہ بھی نہیں کہ دل میں تری آرزو نہیں

اے دل اب آ تجھی سے بجھائیں سخن کی پیاس
خلوت میں اب یہاں تو کوئی تند خو نہیں

میں ہوں شکستہ خوردۂ نفسِ ستیزہ کار
دل میں سکت بدن میں وہ جوشِ لہو نہیں

سیجوں پہ رہ کے ہو نہ گیا گل پریدہ رنگ
خاروں کے درمیاں جو نظر تھی وہ بو نہیں

☆☆☆

☆

عطرِ غمِ محبت کیوں خاک میں ملائیں

عطرِ غمِ محبت کیوں خاک میں ملائیں
آنکھوں میں جو ہیں آنسو کیوں ضبط کر نہ جائیں

دنیا کی ہر روش کی تقلید کیا ضروری
ایماں فروزِ دل ہو نغمہ وہی سنائیں

ساری علامتیں ہیں شاید کہ شہرِ دل کی
ہر سمت ہے اداسی منظر ہے سائیں سائیں

خورشید و ماہ و انجم روشن گرِ جہاں ہیں
وہ روشنی بھی دیکھو دل جس سے جگمگائیں

شاید سنیں سمجھ کر قصہ یہ غیر کا ہے
اپنی ہی داستاں کو اس طرز پر سنائیں

دل کی یہ کشمکش ہے اپنے ہی رنج و غم سے
اشکوں سے کوئی کہہ دے یہ درمیاں نہ آئیں

صرفِ نظر کرے گا تیرا کرم خدایا
اس آسرے پہ سرزد کچھ ہو گئیں خطائیں

☆☆☆

☆

دل میں یادِ صنم ارے توبہ

دل میں یادِ صنم ارے توبہ
کفر اور در حرم ارے توبہ

صبحِ خنداں کو دل ترستا ہے
ظلمتِ شامِ غم ارے توبہ

مے ہے ساقی ہے ابر ہے لیکن
توڑیں توبہ کو ہم ارے توبہ

زندگی کیا اسی کو کہتے ہیں
غم ہی غم، غم ہی غم ارے توبہ

بجھ نہ جائے چراغ یہ دیکھو
لو ہے ایماں کی کم ارے توبہ

دل کہ نازک سا آبگینہ ہے
اس پہ کوہِ الم ارے توبہ

زندگی کی نظر مسافت کیا
بس یہی دو قدم ارے توبہ

☆☆☆

☆

قربتِ یزداں کس کو ملی ہے اے شہِ شاہاں تم سے زیادہ

قربتِ یزداں کس کو ملی ہے اے شہِ شاہاں تم سے زیادہ
کون ہوا ہے بزمِ جہاں میں بندۂ ذیشاں تم سے زیادہ

امن واماں کے ہم ہیں پیامی، صلح میں کوشاں تم سے زیادہ
جب ہوں مگر باطل کے مقابل، حشر بداماں تم سے زیادہ

اپنے صنم کے قرب و رضا کا رہتا ہے خواہاں تم سے زیادہ
شیخِ مکرم! ہے یہ برہمن صاحبِ ایماں تم سے زیادہ

عقل پریشاں، فکر پریشاں اور ہمارے خواب پریشاں
تیرے پریشاں بسکہ ہیں گیسو، ہم ہیں پریشاں تم سے زیادہ

بادۂ عرفاں، بادۂ وحدت، جامِ صبوحی، جامِ غبوقی
مجھ کو ملا از ساقیِ کوثر، سب ہی یہ ساماں تم سے زیادہ

☆☆☆

☆

رنگِ چمن میں اب بھی ہے حسنِ دلبرانہ

رنگِ چمن میں اب بھی ہے حسنِ دلبرانہ
دل کی روش ہے لیکن گلشن سے وحشیانہ

باران و بادِ صرصر، برقِ تپاں شبانہ
سو طرح کے مصائب، اک شاخِ آشیانہ

دورِ وصالِ جاناں، دورِ فراقِ جاناں
وہ زندگی حقیقت، یہ زندگی فسانہ

کیفِ وصال تیرا، دردِ فراق تیرا
پیغامِ زندگی وہ، یہ موت کا بہانہ

محوِ خرامِ گلشن تجھ کو خبر نہیں کیا
ہے طنز زندگی پر غنچوں کا مسکرانا

محوِ خرامِ گلشن تجھ کو خبر نہیں کیا
ہے طنز زندگی پر غنچوں کا مسکرانا

تیرے ہی دم سے شاید تھی زندگی گوارا
اب ہر نفس ہے جاں پر گویا کہ تازیانہ

غفلت کی نیند سے اٹھ فکرِ معاد کر کچھ
دو دن کی زندگی کا کیا ہے نظر ٹھکانہ

☆☆☆

☆

جنونِ تعمیرِ آشیاں میں نگاہ ڈالی تھی طائرانہ

جنونِ تعمیرِ آشیاں میں نگاہ ڈالی تھی طائرانہ
جو ہوش آیا تو ہم نے دیکھا، بہ شاخِ نازک ہے آشیانہ

کوئی قرینہ نہیں ہے باقی، بھلا ہو اے گردشِ زمانہ
کہاں وہ رندی، کہاں وہ ساقی، کہاں وہ اب مستیِ شبانہ

بتا دے ان رہ رَووں کو کوئی قدم اٹھائیں نہ عاجلانہ
سنا ہے صحنِ چمن میں ہر سو قدم قدم پر ہے دام و دانہ

جو گرم رہتا تھا خود بھی ہر دم، جو گرم رکھتا تھا دوسروں کو
مرورِ ایام کی بدولت رہا وہ دل ہو کہ سرد خانہ

غموں سے دوچار مستقل ہے، ہزار غم ہیں اور ایک دل ہے
غمِ محبت، غمِ سفینہ، غمِ مقدر، غمِ زمانہ

خوشا مقدر اگر ہو حاصل شہِ مدینہ تری زیارت
نہ ہو بھی ایسا تو فرق کیا ہے مجھے محبت ہے غائبانہ

یہی دکھائے ہمیں اب آنکھیں، ہمیں مٹانے پہ تل گئی ہے
کبھی یہ دنیا تھی ٹھوکروں میں، کبھی ہمارا بھی تھا زمانہ

ترے ہی در کا نظر آ ہے سائل، کرم کی نظریں ہوں اس پہ مائل
تری عطائیں ہیں خسروانہ، ترا ہی دربار ہے شہانہ

☆☆☆

☆

عطائے ساقیِ فطرت ہے کیا حکیمانہ

عطائے ساقیِ فطرت ہے کیا حکیمانہ
ہر اک کو بخششِ مے ہے بقدرِ پیمانہ

اسی خمار کی مے ہے، وہی ہے پیمانہ
کہوں میں کیسے کہ بدلا ہے نظمِ میخانہ

امنگ و آرزو و شوق و حسرت و ارماں
نہ ہوں جو دل میں تو دل کیا ہے ایک ویرانہ

سکوں ہے دل کو مرے سجدہ ہائے باطل پر
گراں ہے مجھ پہ مگر اف نمازِ دوگانہ

اب آ، اے پردہ نشیں کیوں تجھے تامل ہے
درونِ سینہ ہے دل اور دلِ نہاں خانہ

یہی کمالِ ترقی ہے دورِ حاضر کا
ہمہ خصائلِ انساں ہوئے بہیمانہ

جنوں منافیِ ہوش و حواس کب ہے نظرؔ
کمالِ ہوش بناتا ہے تجھ کو دیوانہ

☆☆☆

☆

وہی بجلیوں کی چشمک وہی شاخِ آشیانہ

وہی بجلیوں کی چشمک، وہی شاخِ آشیانہ
وہی میری زاریاں ہیں، وہی نالۂ شبانہ

بہ ادائے والہانہ، کوئی جہدِ مخلصانہ
مجھے چاہیے نہ واعظ، یہ کلامِ ناصحانہ

مری گردشیں ہیں ساری مرے اپنے ہی عمل سے
نہ نوشتۂ مقدر، نہ نوشتۂ زمانہ

ابھی سن رہے تھے ہنس کر، ابھی اٹھ گئے بگڑ کر
کہ سمجھ گئے بالآخر وہ حقیقتِ فسانہ

مرے آگے مسکرائے تو بہ طرزِ دل شکن وہ
مرے سامنے ہنسے تو، بہ ادائے جارحانہ

تہی دامنِ عمل ہے مری غفلتوں سے ورنہ
مری دسترس میں ہے تو تری یاد کا خزانہ

کوئی مدعا نظر ہے، کوئی مصلحت ہے پنہاں
ابھی لے رہا ہے رہ رہ کے جو کروٹیں زمانہ

☆☆☆

☆

نکالو بزم سے تم حاشیہ نشینوں کو

نکالو بزم سے تم حاشیہ نشینوں کو
تو ہم بھی جمع کریں پھر تماشہ بینوں کو

سمجھ حقیر نہ تو بوریہ نشینوں کو
اتار لیتے ہیں یہ عرش کے مکینوں کو

کسی طرح بھی وہ اپنا نہ بن سکا اب تک
کہ آزما تو لیا ہم نے سو قرینوں کو

شریکِ سازشِ دریا جو ناخدا بھی رہے
تو موج اٹھ کے ڈبوتی رہی سفینوں کو

ہلائے دیتے ہیں اپنے ہی ہاتھوں بنیادیں
مکاں سے نسبتِ معکوس کے مکینوں کو

عروجِ زیست کی منزل میں بے مثال ہیں ہم
بہ جست گام کیا طے ہزار زینوں کو

تمہارے نقشِ قدم کی نہ تھی جہاں خوشبو
جھکا سکے نہ کبھی ہم وہاں جبینوں کو

جِلا نظر کو لگن دل کو اور جگر کو خلش
بہ فیضِ عشق ملا کچھ نہ کچھ ہے تینوں کو

☆☆☆

☆

ستم کی خو نہیں تم میں تو آنکھوں سے نہاں کیوں ہو

ستم کی خو نہیں تم میں تو آنکھوں سے نہاں کیوں ہو
نہ مطلب چھیڑ ہو دل سے تو آخر دل ستاں کیوں ہو

وہ تجھ سے سر گراں کیوں ہو نصیبِ دشمناں کیوں ہو
ہمیشہ خوش گمانی چاہیے تو بد گماں کیوں ہو

نہیں کہنے کی عادت جس کو پڑ جائے تو ہاں کیوں ہو
سمجھ لے آدمی فطرت تو پھر دل پر گراں کیوں ہو

نہ ہو جس کو دماغِ چشمکِ برقِ تپاں ہمدم
سرِ شاخِ چمن اس کو مذاقِ آشیاں کیوں ہو

بنا ہے سنگِ میل اس راہ کا وہ رہ نوردوں کو
جو راہِ عشق میں کام آئے بے نام و نشاں کیوں ہو

نہ لوں گا اپنے سر الزامِ بیش و کم نہیں لوں گا
بتانِ داستانِ غیر کو میری زباں کیوں ہو

ہماری آہِ دل پہنچی سرِ عرشِ بریں جا کر
ہماری راہ میں حائل فرازِ آسماں کیوں ہو

جو پیاسا ہو کنویں کے پاس جائے چل کے وہ خود ہی
نظر جوئے رواں کو جستجوئے تشنگاں کیوں ہو

☆☆☆

☆

بس لاتعلقی کی فضا درمیاں نہ ہو

بس لاتعلقی کی فضا درمیاں نہ ہو
نامہرباں سہی تو اگر مہرباں نہ ہو

تو شکوۂ جفا سے مرے سرگراں نہ ہو
اب جی میں طے کیا ہے کہ منہ میں زباں نہ ہو

لوحِ جبیں اٹھائے رکھوں سر پہ کس لیے
سر تن پہ کیوں رکھوں جو ترا آستاں نہ ہو

حرص و ہوس کی راہ میں اف کارواں چلا
منزل کسے خبر ہے کہاں ہو کہاں نہ ہو

ملتا نہیں سراغ تری یاد کا ہمیں
چمٹی ہوئی ہی دل سے جو یادِ بتاں نہ ہو

اظہارِ غم کے واسطے آنکھیں ہی کیا ہیں کم
آزادیِ زبان و بیان و فغاں نہ ہو

جو دل میں رہ گئی تری حسرت نہ ہو کہیں
لب تک نہ آئی جو وہ تری داستاں نہ ہو

آتا نہیں ہے بزمِ سخن میں کوئی مزہ
جب تک نظر تمہیں سا کوئی خوش بیاں نہ ہو

☆☆☆

☆

مسلماں دیکھ کر اب دل کی حیرانی نہیں جاتی

مسلماں دیکھ کر اب دل کی حیرانی نہیں جاتی
کُجا سیرت، کہ صورت تک بھی پہچانی نہیں جاتی

حدیثِ غم سنانے سے پریشانی نہیں جاتی
مگر کچھ لوگ ہیں جن کی یہ نادانی نہیں جاتی

جنابِ شیخ بول اٹھیں، بہ ہر مبحث، بہ ہر موقع
کہ ان کی خوئے پندارِ ہمہ دانی نہیں جاتی

سنا سیلِ تمنا میں ہزاروں شہرِ دل ڈوبے
مگر پھر بھی تمناؤں کی طغیانی نہیں جاتی

سجایا ہم نے تصویرِ بتاں سے خانۂ دل کو
مگر باایں ہمہ اس گھر کی ویرانی نہیں جاتی

محمد مصطفیٰ کی شانِ رفعت کوئی کیا جانے
جہاں وہ ہیں وہاں تک فکرِ انسانی نہیں جاتی

کیا لوگوں نے گرد آلود کتنا چہرۂ ماضی
نظر حیرت ہے پھر بھی اس کی تابانی نہیں جاتی

☆☆☆

☆

کیسی کیسی خبر نہیں آتی

کیسی کیسی خبر نہیں آتی
بس کہ فرحت اثر نہیں آتی

جس سے مجھ کو رسائیِ منزل
اک وہی رہ گزر نہیں آتی

چاکِ داماں کی خیر ہو یا رب
منتِ بخیہ گر نہیں آتی

اچھی قسمت عطائے فطرت ہے
کچھ بزور و بزر نہیں آتی

ظلمتیں کیسی دل پہ ہیں طاری
اس طرف کیا سحر نہیں آتی

آدمی ہر قدم پہ ملتے ہیں
آدمیت نظر نہیں آتی

☆☆☆

☆

آہِ دل بے اثر نہیں آتی

آہِ دل بے اثر نہیں آتی
کیا ہُوا لوٹ کر نہیں آتی

خانۂ دل تمام ہے تاریک
روشنی کیا ادھر نہیں آتی

دل کو آتا ہے جس قدر رونا
کیوں ہنسی اس قدر نہیں آتی

شعلۂ غم بھڑک اٹھے مجھ کو
منّتِ چشمِ تر نہیں آتی

روکشِ بت ہے آئینہ دل کا
صورتِ شیشہ گر نہیں آتی

معصیت ہے ترا وتیرۂ زیست
کچھ حیا اے نظرؔ نہیں آتی

☆☆☆

☆

رہی دیں سے دل کو نہ اب استواری

رہی دیں سے دل کو نہ اب استواری
ہمیں شرمساری سی ہے شرمساری

مودّت، محبت، مروت سے عاری
نگاہوں سے اترا اب انساں ہماری

وفاداریاں اور دنیائے دوں سے
یہ کس کی ہوئی ہے جو ہو گی تمہاری

سمیٹا ہے دنیا کا سرمایۂ غم
عجب ہے غریبوں کی سرمایہ داری

وہی شدتِ غم، وہی بے بسی ہے
وہی نالۂ دل، وہی آہ و زاری

محبت جگہ کرتی ہے خود ہی دل میں
محبت نہیں شے ہے خود اختیاری

تعجب ہے دل کو، نظر محوِ حیرت
ہیں بندے خدا کے، صنم کے پجاری

☆☆☆

☆

جنوں میں دامنوں جیبوں گریبانوں پہ کیا گزری

جُنوں میں دامنوں، جیبوں، گریبانوں پہ کیا گزری
یہ سب دیکھیں کہ دیکھیں تیرے دیوانوں پہ کیا گزری

فنا کے ہاتھوں کیسے کیسے انسانوں پہ کیا گزری
شہنشاہوں پہ، سلطانوں پہ، خاقانوں پہ کیا گزری

ہمارے کعبۂ دل کی ارے ویرانیاں توبہ
صنم خانوں میں رونق ہے، صنم خانوں پہ کیا گزری

زمانہ کی قسم مجھ کو زمانہ خود ہی شاہد ہے
کہ انسانوں کے ہاتھوں سے ہی انسانوں پہ کیا گزری

اسیرِ زلفِ پیچاں ہیں، قتیلِ چشمِ جاناں ہیں
خدا کے ان ثنا خوانوں مسلمانوں پہ کیا گزری

انہیں کی خاک اڑ اڑ کر بتاتی ہے زمانے کو
کہ نمرودوں پہ، فرعونوں پہ، ہامانوں پہ کیا گزری

ترے جانے سے ساقی نظمِ میخانہ ہوا برہم
کہیں کیا مے کشوں، میناؤں، پیمانوں پہ کیا گزری

غبارِ راہِ منزل ہے نہ آوازِ درا باقی
سرِ منزل نہ پہنچے تھے حدی خوانوں پہ کیا گزری

بقدرِ وسعتِ ظرفِ نظر احساسِ غم بھی ہے
جو ہشیاروں پہ گزری ہے وہ نادانوں پہ کیا گزری

☆☆☆

☆

محبت ان کی دل میرا ثنا ان کی زباں میری

محبت ان کی، دل میرا، ثنا ان کی، زباں میری
خوشا قسمت جو کٹ جائے یونہی عمرِ رواں میری

زمانہ کو خبر ہے جانتا ہے داستاں میری
لرز اٹھتا ہے اب بھی سن کے تکبیرِ اذاں میری

قلم کر دو مرا سر، کاٹ دو یا پھر زباں میری
تمھیں مجبور کرتی ہیں اگر حق گوئیاں میری

چراغِ آرزو اب تک بحمد اللہ روشن ہے
بجھانے پر تُلی ہیں دیر سے مایوسیاں میری

گزرنے کو گزر جائے گا یہ دورِ خزاں لیکن
ہر اک لحظہ گزرتا ہے طبیعت پر گراں میری

الگ ہے، منفرد ہے، ہم نفس یکتا، یگانہ ہے
زمانہ بھر کے قصوں سے ملا لے داستاں میری

خدا کا ہے کرم مجھ پر، نظر آں نازاں ہوں میں جس پر
ہے دل حق آشنا میرا، زباں حق ترجماں میری

☆☆☆

☆

مکی و ہاشمی و مُطلبی ہے ساقی

مکی و ہاشمی و مُطّلبی ہے ساقی
جو زمانہ کا ہے میرا بھی وہی ہے ساقی

مے وہی، جام وہی، رنگ وہی ہے ساقی
کیا سبب پھر مری مستی میں کمی ہے ساقی

جامِ دل پھر مئے وحدت سے تہی ہے ساقی
جیسی پہلے تھی وہی تشنہ لبی ہے ساقی

کوئی شے اور نہ میں منہ سے لگاؤں ہرگز
تیرے میخانے کی عادت وہ پڑی ہے ساقی

رند کیوں جائیں ترے اور کہیں پینے کو
میکدہ میں ترے کس شے کی کمی ہے ساقی

اس قدر پی ہے کہ ہیں قلب و نظر سب سرشار
باوجود اس کے پیوں اور یہ جی ہے ساقی

☆☆☆

☆

سنور کر پھر گئی قسمت اِسی مردِ تن آساں کی

سنور کر پھر گئی قسمت اِسی مردِ تن آساں کی
سرِ منزل پہنچ کر گم ہوئی منزل مسلماں کی

قسم کھانے کے قابل ہے وہ سیرت ماہِ کنعاں کی
قسم کھا کر میں کہتا ہوں اسی کے چاک داماں کی

عجب قصہ ہے دونوں کی پریشانی نہیں جاتی
اِدھر قلبِ پریشاں کی، اُدھر زُلفِ پریشاں کی

ہمیں معلوم ہے سب کچھ ہمیں کیا اعتبار آئے
رقیبِ روسیہ نے تو ہمیشہ دُون کی ہانکی

تری رحمت کے بل بوتے پہ سرزد ہو گئے مجھ سے
الٰہی لاج رکھ لے حشر کے دن میرے عصیاں کی

مہِ یثرب سے میرے ہو گئے کون و مکاں روشن
اسی روئے زمیں تک روشنی ہے ماہ کنعاں کی

ترے دیوانے بیچارے گزرگاہِ محبت میں
خبرلیں چاک دل کی یا خبرلیں چاک داماں کی

نظر نیچی کیے چلتا رہا میں عمر بھر اپنی
سنی جب سے حکایت ہے نگاہِ فتنہ ساماں کی

☆☆☆

☆

مسخ ہو کر رہ گیا ہر ایک بابِ زندگی

مسخ ہو کر رہ گیا ہر ایک بابِ زندگی
دید کے قابل نہیں اب تو کتابِ زندگی

راہِ حق میں جھیل کر دو دن عذابِ زندگی
ہو گئے اہلِ محبت کامیابِ زندگی

عاشقِ ناکام ہوں یا عاشقانِ با مراد
غور اگر کیجے تو دونوں ہی خرابِ زندگی

اہلِ دنیا میں رہا میں، گوشۂ صحرا میں تُو
میں کہ تُو؟ زاہد بتا، ہے فیض یابِ زندگی

تیز گامی دیکھتے کیا ہم کہ سوتے ہی رہے
آ کے چلتا بھی بنا دورِ شبابِ زندگی

ٹوٹتے رہنے کا منظر دیکھتا رہتا ہوں میں
موت کی لہروں پہ ہے رقصاں حبابِ زندگی

کلّیہ توحید کا معلوم جو تجھ کو نہیں
ٹھیک لگ سکتا نہیں تجھ سے حسابِ زندگی

توشۂ اعمال کچھ کر لے مہیا اے نظرؔ
ایک دن ہونا ہے آخر احتسابِ زندگی

☆☆☆

☆

جان و دل سی شے کروں میں کیوں نثارِ زندگی

ان و دل سی شے کروں میں کیوں نثارِ زندگی
مجھ کو حاصل جب نہیں کچھ اختیارِ زندگی

کھینچ کر رکھ اس کی راسیں اے سوارِ زندگی
تا غلط رخ پر نہ چل دے راہوارِ زندگی

خوب ہی مرغوب ہے گو مرغزارِ زندگی
پر اسی میں گھومتے پھرتے ہیں مارِ زندگی

یہ حقیقت مجھ سے سن اے کامگارِ زندگی
رزقِ بہتر پر نہیں دار و مدارِ زندگی

میں یہ کہتا ہوں یہ مہلت ہے بکارِ آخرت
میں نہیں دیتا تمھیں درسِ فرارِ زندگی

زندگی کی کل حقیقت موت سے معلوم کر
موت کو پایا ہے ہم نے رازدارِ زندگی

کچھ بھی کہتے رہیے پھر، ہوتا نہیں دل پر اثر
پھیل جائے جب کسی میں زہرِ مارِ زندگی

آرزوؤں کے بھنور میں وہ نہیں پھنستا کبھی
کھل گیا ہے جس پہ رازِ اختصارِ زندگی

چند سانسوں کا تکلف رنج و غم کے درمیاں
مجھ کو بھی ہونا تھا دو دن گنہگارِ زندگی

میرے تیرے ذوق میں اے دل ہے بُعد المشرقین
جاں نثارِ آخرت میں، تو نثارِ زندگی

ٹوٹتے دیکھا حباب اور کھل گئی آنکھیں مری
کرلیا تھا پہلے میں نے اعتبارِ زندگی

موت کے چنگل سے اس کا بچ نکلنا ہے محال
موت کو دیکھا ہے ہم نے پہرہ دارِ زندگی

☆☆☆

☆

ہم پہ واضح ہے مشرّح ہے عیاں ہے زندگی

ہم پہ واضح ہے، مشرّح ہے، عیاں ہے زندگی
غیر کی نظروں میں پر اک چیستاں ہے زندگی

آسماں پر اور زیرِ آسماں ہے زندگی
دیکھتا ہوں میں محیطِ دو جہاں ہے زندگی

جس طرف نظریں اٹھاؤ نوحہ خواں ہے زندگی
جیسے اک مجموعۂ آہ و فغاں ہے زندگی

اک زمانہ ہوگیا صرفِ زیاں ہے زندگی
زندگی جس کو کہیں ایسی کہاں ہے زندگی

آ تجھے دکھلائیں ہم زیرِ نقوشِ آں قدم
ہم قسم کھا کر کے کہتے ہیں یہاں ہے زندگی

ساتھ جب ہو گا تمہارے نورِ قرآنِ عظیم
اک اسی صورت میں بس منزل رساں ہے زندگی

کچھ یہاں دورِ ضعیفی، کچھ یہاں دورِ شباب
کچھ بہار آسا ہے، کچھ مثلِ خزاں ہے زندگی

ہم نظرؔ اہلِ خرد سے سنتے آئے ہیں یہی
چار دن کے واسطے اک امتحاں ہے زندگی

☆☆☆

☆

حصارِ دیں سے جواں نسل اف نکلنے لگی

حصارِ دیں سے جواں نسل اُف نکلنے لگی
ہوائے فسق و فجور آہ کیسی چلنے لگی

خوشا کہ حالتِ قلبِ حزیں بدلنے لگی
ہجومِ غم میں طبیعت مری بہلنے لگی

حریمِ ناز میں جب میری دال گلنے لگی
حسد کی آگ رقیبوں کے دل میں جلنے لگی

وہ ایک ذرہ جو قوت میں ڈھل گیا آخر
کرشمہ کار ہوا جب، زمیں دہلنے لگی

ستم پہ آہ کی بندش ہے انتہائے ستم
یہ رسمِ عشق ہے لیکن چلی سو چلنے لگی

ہر ایک آرزوئے خام دل سے ہے رخصت
ترے ہی قُرب کی بس آرزو مچلنے لگی

شکستِ دل پہ مرے کی نہ اعتنا اس نے
مگر اک آہ جو نکلی تو اس کو کھَلنے لگی

ہے بار دل پہ شبِ غم مری تسلی کو
کوئی تو خوش خبری دے کہ رات ڈھلنے لگی

نظرؔ کے نام کا آوازہ تھا سرِ محفل
خلوص و مہر و وفا پر جو بات چلنے لگی

☆☆☆

☆

حقیقت جو پوچھو تو یہ زندگانی

حقیقت جو پوچھو تو یہ زندگانی
فریبِ مسلسل کی لمبی کہانی

ابھی اور ہونے دے یہ خون پانی
ابھی سے ہے رکھی کہاں کامرانی

مجھے تو وہی چاہئے غیر فانی
فقیری میں ہے جو شکوہِ کیانی

غمِ عشق اندر تو شعلہ بہ دل ہے
مگر آنکھ تک آ کے ہے پانی پانی

بیانِ غلط کا یقیں آ گیا ہے
اسی کو تو کہتے ہیں جادو بیانی

جو ہو سوز پہلے تبھی اشک آئیں
لگے آگ پہلے تو پھر آئے پانی

نظر آٹھ کے دھو داغِ تر دامنی کو
اسی سے کہ ہے چشمۂ دل کا پانی

☆☆☆

☆

گہ گل نم ہے گہ شرارا بھی

گہ گُل نم ہے گہ شرارا بھی
دل یہ کیا چیز ہے ہمارا بھی

ہو مخالف جہاں یہ سارا بھی
ڈر ہے کیا، ہے خدا ہمارا بھی

کیوں اسی زندگی کے ہو رہیے؟
مر کے ہے زندگی دوبارا بھی

تو کہ ہے اور یہ کہ سنتا ہے
میں نے ڈھونڈا تجھے، پکارا بھی

موجِ طوفاں ہی سے لپٹ رہیے
آپ آ جائے گا کنارا بھی

مری خودداریاں، تعالی اللہ
چونک اٹھا ہے وہ خود آرا بھی

دہر کی اس بساط پر ہمدم
دل کو جیتا بھی، دل کو ہارا بھی

لوحِ عصیاں سے عمر بھر کے لیے
کیجیے اب نظر کنارا بھی

☆☆☆

☆

موجبِ غم بھی وجہِ راحت بھی

موجبِ غم بھی وجہِ راحت بھی
کیا عجب چیز ہے محبت بھی

جو ہے طیب اسی کی حرمت بھی
ہے بڑا فرق، فرقِ علت بھی

تیرا دیدار اگر نہ ہو حاصل
مثلِ دوزخ ہے مجھ کو جنت بھی

خود غرض آدمی ہوا اتنا
بے سہارا ہے آدمیت بھی

موت سے کوئی ہو گیا خائف
ورنہ ایسے ہیں جن کو حسرت بھی

داستاں زندگی کی کیا کہنا
کچھ فسانہ سا کچھ حقیقت بھی

مسکرانا پڑا نظر غم میں
پیش آئی ہے ایسی صورت بھی

☆☆☆

☆

مدتوں تک رِسا تھا پہلے بھی

مدتوں تک رِسا تھا پہلے بھی
زخم کاری لگا تھا پہلے بھی

نام اُن کا لیا تھا پہلے بھی
ہوش میں آ گیا تھا پہلے بھی

تنِ تنہا اٹھا تھا پہلے بھی
بند رستہ کھُلا تھا پہلے بھی

آپ نے رہبری کے پردے میں
یاد ہے کیا کیا تھا پہلے بھی

آدمی آدمی کا خوں پی لے
سچ کہیں کیا سنا تھا پہلے بھی

حسنِ دنیا وہی فریب انگیز
دل مِرا مر مٹا تھا پہلے بھی

بس کہ توفیق دے خدا جب بھی
بابِ توبہ کھلا تھا پہلے بھی

باز آ جاؤ جور سے اپنے
ہم نے تم سے کہا تھا پہلے بھی

اک نظر پھر اُسی توجہ کی
دردِ دل مٹ گیا تھا پہلے بھی

☆☆☆

☆

دامنِ دل میں ترے اخگرِ ایماں ہے ابھی

دامنِ دل میں ترے اخگرِ ایماں ہے ابھی
پھونک دے خرمنِ باطل کہ یہ امکاں ہے ابھی

دیکھنے کا مجھے انسان کو ارماں ہے ابھی
آدمیت سے بہت دور یہ انساں ہے ابھی

دم میں کافر ہے ابھی دم میں مسلماں ہے ابھی
دل یہ سر گشتہ و حیران و پریشاں ہے ابھی

ہم سنبھل جائیں تو تقدیر بدل سکتی ہے
وہی یزداں ہے وہی رحمتِ یزداں ہے ابھی

وہ تو آمادۂ فیضان و کرم ہیں لیکن
ہم کو مجبوریِ کوتاہیِ داماں ہے ابھی

وہی طوفاں، وہی موجیں، وہی بادِ صرصر
وائے غرقابیِ کشتی کا ہر عنواں ہے ابھی

اپنی منزل کی طرف ہم سفر و تیز قدم
داغ ناکامیِ منزل کا فروزاں ہے ابھی

شانۂ حکمت و تدبیر سے سلجھائیں اسے
زلفِ ہستی کا ہر اک بال پریشاں ہے ابھی

زندگی اور بھی ہے ایک نظر آ بعدِ فنا
وائے تقدیر کہ طوفاں پسِ طوفاں ہے ابھی

☆☆☆

☆

اے وائے مقدرِ حق سے ابھی آویزشِ باطل ہے کہ جو تھی

اے وائے مقدرِ حق سے ابھی آویزشِ باطل ہے کہ جو تھی
دیوانوں کو زنداں اب بھی وہی تعزیرِ سلاسل ہے کہ جو تھی

طوفاں کے تھپیڑے ہیں کہ جو تھے نومیدیٔ ساحل ہے کہ جو تھی
انجامِ سفینہ ہوشربا آزردگیٔ دل ہے کہ جو تھی

وہ خارِ مغیلاں ہیں کہ جو تھے اف دوریٔ منزل ہے کہ جو تھی
اے رہروِ منزل تیرے لئے اب تک وہی مشکل ہے کہ جو تھی

ہو آنکھ اگر دل کی روشن تو حسن کے جلوے ہیں ہر سو
اندازِ جنونِ قیس ہو گر تو لیلیٰ محمل ہے کہ جو تھی

خونیں کفِ قاتل ہے کہ جو تھا چیخیں سرِ مقتل ویسی ہی
نظارہ الم انگیز وہی جاں سوزیٔ بسمل ہے کہ جو تھی

وہ مصحفِ قرآں ہے کہ جو تھا پر عاشقِ قرآں اب وہ نہیں
پروانۂ شیدا ہے غائب گو شمعِ محفل ہے کہ جو تھی

منزل کے لئے چلتے تو رہے منزل نہ قریب آئی لیکن
تقدیر، نظر تدبیروں سے اُف مدِ مقابل ہے کہ جو تھی

☆☆☆

☆

وہ حسن سراپا ہے وہ مصدرِ رعنائی

وہ حسن سراپا ہے، وہ مصدرِ رعنائی
میں عشقِ مجسم ہوں، میں چشمِ تماشائی

یہ قوتِ گویائی، یہ سوچ کی گہرائی
انساں کو ملی کیسی، دانائی و بینائی

جو چیز بھی پائی ہے، وہ در سے ترے پائی
لاریب تو آقائی، لاریب تو مولائی

ہیں مہر بہ لب کلیاں، ہیں پھول بھی افسردہ
غل ہے کہ بہار آئی، کیا خاک بہار آئی

اقرب ہے رگِ جاں سے وہ نورِ ازل لیکن
محرومِ تماشہ ہے ہر چشمِ تماشائی

کیا تجھ کو تامل ہے، ہو چہرہ نما اس میں
دل آئینۂ صافی اور گوشۂ تنہائی

محرومِ بصارت ہے، محرومِ بصیرت ہے
انسان کہ کرتا ہے، انسانوں پہ آفتائی

جاں سوز ہے زخمِ دل، جینا بھی ہوا مشکل
کب کام مرے آئے گی تیری مسیحائی

محبوبِ نظر ہو کر محجوبِ نظر ہے وہ
اے کاش ان آنکھوں کی کرتا وہ پذیرائی

☆☆☆

☆

غم گیا لذتِ حیات گئی

غم گیا لذتِ حیات گئی
ہائے جینے میں تھی جو بات گئی

جاں گئی حسن کی زکات گئی
کون سی کوئی کائنات گئی

حالتِ غم بدل سکی نہ مری
آبروئے تغیرات گئی

کہہ تو دوں عرضِ مدعا لیکن
کیا کروں گا مری جو بات گئی

اے غمِ عشق تیری عمر دراز
فکرِ آلام و حادثات گئی

موجِ یادِ حبیب ؐ جب آئی
لے کے دل سے تکدرات گئی

انؐ کے جاتے ہی یہ ہوا جیسے
رونقِ بزمِ کائنات گئی

ظلمتیں ہیں محیطِ دل اب تک
کیسے کہہ دوں نظر میں رات گئی

☆☆☆

☆

تھی پہلے مستقل جو وہ اب مستقل گئی

تھی پہلے مستقل جو وہ اب مستقل گئی
حیف آرزو تری کہ جو تھی جان و دل گئی

سوزِ الم میں دل ہے خیالِ گلیم پوش
دوزخ میں جل رہا تھا کہ جنت بھی مل گئی

دل کی کلی کھلے تو مہک اٹھے جسم و جاں
کس کام کی مرے وہ چمن میں جو کھِل گئی

روحِ لطیف کی نہیں باقی لطافتیں
فعّال آئی ہو کے مگر منفعل گئی

ایماں کی دل میں اب وہ خنک تابیاں کہاں
اب وہ فضائے خوش اثر و معتدل گئی

چارہ گری یہ دیکھیے ذکرِ حبیبؐ کی
ہر زخمِ دل کو کر کے مرے مند مل گئی

یزداں کی بارگاہ سے کیا مانگیے نظرؔ
جب آپ مل گئے مجھے ہر چیز مل گئی

☆☆☆

☆

ہم زیست کے شکاروں کی حسرت نکل گئی

ہم زیست کے شکاروں کی حسرت نکل گئی
جب زیست خود بھی ہو کے شکارِ اجل گئی

اللہ یہ زمانے کو کیا روگ لگ گیا
اپنے ہوئے ہیں غیر ہوا کیسی چل گئی

کوچہ ہے کس کا صاحبِ کوچہ یہ کون ہے
دنیا بہ اشتیاق جہاں سر کے بل گئی

کیسی خوشی؟ کہاں کی خوشی؟ اے مرے ندیم
صورت ہماری غم ہی کے سانچے میں ڈھل گئی

لب بند، آنکھ بند، خرد گم، حواس گم
یہ زندگی تو موت سے آگے نکل گئی

الفت نہیں ہے موجبِ الفت اس عہد میں
تھی وہ جو اک حقیقت ضربِ المثل گئی

ہم زیست کی حقیقتِ پنہاں کے ترجماں
کیا ہم بدل گئے تو حقیقت بدل گئی

آنکھوں میں سب کی ڈھونڈتے پھرتے ہو کیا نظرؔ
ایماں کا جزو یعنی حیا آج کل گئی

☆☆☆

☆

لغزشِ پا ترے کہنے پہ نہ چلنے سے ہوئی

لغزشِ پا ترے کہنے پہ نہ چلنے سے ہوئی
ساری تکلیف مجھے راہ بدلنے سے ہوئی

رات رو رو کہ کٹی شمع کی اللہ اللہ
غم زدہ کیسی یہ پروانوں کے جلنے سے ہوئی

نزع دم دیکھنے آئے مجھے طوعاً کرھاً
ایک راحت تو طبیعت نہ سنبھلنے سے ہوئی

مجھ کو تکلیف نہ پہنچی اسی باعث شاید
ان کو راحت مرے جذبات کچلنے سے ہوئی

کلکِ قدرت نے جو لکھا ہے وہ حرفِ آخر
منکشف بات یہ قسمت نہ بدلنے سے ہوئی

دل بھی اب سرد پڑا ختم ہوا جوشِ لہو
کیسی حالت یہ سب ارماں کے نکلنے سے ہوئی

شبِ فرقت کے اندھیروں میں یہ ہم نے دیکھا
روشنی کوئی نہ تاروں کے نکلنے سے ہوئی

چٹکیوں میں تھی نظر آپنی بساطِ دنیا
مات افسوس کہ اک چال بدلنے سے ہوئی
☆☆☆

☆

بارگاہِ قدس میں یوں عزت افزائی ہوئی

بارگاہِ قدس میں یوں عزت افزائی ہوئی
سب فرشتوں کی مرے آگے جبیں سائی ہوئی

میرے اعمالِ سیہ کی جب صف آرائی ہوئی
حشر میں اٹھی نہ آنکھیں میری شرمائی ہوئی

جس قدر بھی غم ہو دل میں عندلیبوں کے ہے کم
روٹھ جائے جب گلستاں سے بہار آئی ہوئی

مختصر قصہ پرستارانِ مغرب کا ہے یہ
اپنے سر لے لیں بلائیں اُس کے سر آئی ہوئی

آنسوؤں کی شکل میں آنکھوں سے برسے گی ابھی
مطلعِ دل پر جو ہے غم کی گھٹا چھائی ہوئی

دیکھتا ہوں مٹ چکا ہے امتیازِ خیر و شر
چشمِ دنیا سے نظر آف ختم بینائی ہوئی

☆☆☆

☆

تھی جہد کی منزل سر کرنی مقسوم ہمارا کیا کرتے

تھی جہد کی منزل سر کرنی مقسوم ہمارا کیا کرتے
طوفان سے کھیلے اے ہمدم طوفاں سے کنارا کیا کرتے

پُر کر دے ہمارا جامِ تہی ساقی کو اشارا کیا کرتے
ہم اپنی ذرا سے خواہش پر یہ بات گوارا کیا کرتے

ہر سو تھے مقابل فتنۂ غم دل ایک ہمارا کیا کرتے
کرنا ہی پڑا ان سب سے ہمیں ہنس ہنس کے گزارا کیا کرتے

بے پردگی حسنِ کامل پردہ ہی رہی موسیٰ کے لیے
جب آنکھ تھی بند اور ہوش نہ تھا ایسے میں نظارہ کیا کرتے

یہ اپنی شکستہ حالی میں کیا کام ہمارے آ سکتا
ٹوٹے ہوئے دل کا اپنے ہم پھر لے کے سہارا کیا کرتے

جانا تھا جو بزمِ جاناں میں اس دل کی معیت میں ہم کو
روٹھے کو منایا کیا کرتے بگڑے کو سنوارا کیا کرتے

للچائی ہوئی نظروں کا ہدف بننے کے سوا کیا ہونا تھا
ملتا بھی ہمیں تو ہم لے کر تاجِ سرِ دارا کیا کرتے

☆☆☆

☆

ساغرِ توحید وہ دے، پیرِ میخانہ مجھے

ساغرِ توحید وہ دے، پیرِ میخانہ مجھے
تاابد حاصل رہے اک کیفِ رندانہ مجھے

نورِ حق رہبر نہ ہوتا گر مجھے سوئے حرم
لغزشِ پا لے چلی تھی سوئے میخانہ مجھے

فی سبیل اللہ جاں دینے سے مجھ کو کیا گریز
لکھ کے دے رکھا ہے جب جنت کا پروانہ مجھے

دل کا کاشانہ کہ تھا پہلے جو گلشن آفریں
ایک مدت سے نظر آتا ہے ویرانہ مجھے

والہانہ عشق کا اور جذبۂ ایثار کا
درس دو دو دے گیا، اک ایک پروانہ مجھے

عہدِ محکم ہے کہ دوں گا سب کو جامِ سرخوشی
منتظم اب کے کریں اربابِ میخانہ مجھے

ہر متاعِ زندگی کو ان پہ قرباں کر دیا
اب سمجھتے ہیں تو سمجھیں لوگ دیوانہ مجھے

سینکڑوں سجدے بتوں کو روز و شب کرتا ہوں میں
بار ہے لیکن ادائے حقِ دوگانہ مجھے

بادۂ عشرت پیوں یا زہرِ غم اس سے پیوں
بس خدا رکھے، ہے کافی دل کا پیمانہ مجھے

پیروِ دینِ براہیمی سمجھ کر اے نظرؔ
دیکھتے ہیں گھور کر سب اہلِ بت خانہ مجھے

☆☆☆

☆

منزلِ صبر سے فریاد و فغاں تک پہنچے

منزلِ صبر سے فریاد و فغاں تک پہنچے
ہم ترے ظلم کو سہہ سہہ کے کہاں تک پہنچے

رازِ دل ہے یہی اچھا، نہ زباں تک پہنچے
مشتہر ہو کے نجانے یہ کہاں تک پہنچے

کوچۂ عشق میں سب لوگ جہاں تک پہنچے
بسکہ وہ سب ترے قدموں کے نشاں تک پہنچے

لوگ الفت میں دل و جاں کے زیاں تک پہنچے
مری اس بات کو پہنچاؤ جہاں تک پہنچے

موسمِ گل میں سلامت نہیں جب دامنِ گل
جانے کیا حال ہو جب دستِ خزاں تک پہنچے

اک نشیمن کے جلانے کے میں لوں سو بدلے
ہاتھ میرا جو کبھی برقِ تپاں تک پہنچے

داستانِ غمِ پنہاں نہ ہو کیونکر رنگیں
خوں کے قطرے بھی نظر اشکِ رواں تک پہنچے

☆☆☆

☆

بابِ ادب و علم و خبر تک نہیں پہنچے

بابِ ادب و علم و خبر تک نہیں پہنچے
وہ لوگ کہ اب تک ترے در تک نہیں پہنچے

وہ درجۂ تکمیلِ اثر تک نہیں پہنچے
ناوک جو ترے دل سے جگر تک نہیں پہنچے

جو چاند کی منزل پہ پہنچ کر ہوئے نازاں
وہ لوگ مری گردِ سفر تک نہیں پہنچے

خیرہ نگہِ عقل ہوئی جاتی ہے اُن سے
جلوے کہ جو دامانِ نظر تک نہیں پہنچے

آوارۂ منزل وہ نظر میں مری بہتر
اُن سے کہ ابھی عزمِ سفر تک نہیں پہنچے

سُرمہ نہ بنے آنکھ کا تارا نہ بنے وہ
ذرے جو تری راہ گزر تک نہیں پہنچے

اترے نہ جو دریا میں تہِ موجِ بلا خیز
وہ گنجِ گراں مایہ گہر تک نہیں پہنچے

نظارۂ فطرت کے درخشندہ حقائق
ہر دیکھنے والے کی نظر تک نہیں پہنچے

☆☆☆

☆

تمہارے نقشِ قدم پر جو کارواں گزرے

تمہارے نقشِ قدم پر جو کارواں گزرے
بھٹک سکے نہ وہ منزل سے کامراں گزرے

کہیں سے اور بھی اب برقِ آسماں گزرے
ضرور کیا ہے سرِ شاخ آشیاں گزرے

بخیر راہِ محبت سے ہم کہاں گزرے
قدم قدم پہ بڑے سخت امتحاں گزرے

وہ غم نصیب تھا دنیا میں مَیں کے مرنے پر
مری لحد سے جو گزرے وہ نوحہ خواں گزرے

صعوبتوں کی وہ عادت پڑی طبیعت کو
سکوں کے لمحے ملے بھی تو کچھ گراں گزرے

چمک رہی ہے زمانہ کی ظلمتوں میں ہنوز
ہم ایسی چھوڑ کے رخشندہ داستاں گزرے

ہزار خار تھے دامن میں پھول تھے دو چار
جو ختم کر کے نظر سیرِ گلستاں گزرے

☆☆☆

☆

پیامِ موت کہ ہر غم سے بے نیاز کرے

پیامِ موت کہ ہر غم سے بے نیاز کرے
اُسی سے حیف کہ دنیا یہ احتراز کرے

وہ بے نیاز ہے شایاں اسے ہے ناز کرے
نیاز مند جو ہو خم سرِ نیاز کرے

خدا کا خوف، غمِ زندگی کہ ذکرِ فنا
بتا وہ چیز کہ دل کو ترے گداز کرے

بہت اداس ہے دل شرق و غرب دیکھ لیا
مری نگاہ خدا اب سوئے حجاز کرے

قیامِ حشر وہ میزانِ عدل و نارِ سقر
ہر اک بیان ہے ایسا کہ دل گداز کرے

☆☆☆

☆

یار ہے خاموش یا پھر بات ایمانی کرے

یار ہے خاموش یا پھر بات ایمانی کرے
سب کو گرویدہ ترے چہرے کی تابانی کرے

پردۂ اخفا میں رہ کر جلوہ سامانی کرے
اہلِ دل کے واسطے پیدا پریشانی کرے

تلخ گوئی چھوڑ کر بن جایئے شیریں سخن
یہ وہ نسخہ ہے کہ پتھر دل کو بھی پانی کرے

سوزِ دل بڑھ جائے تو آنکھوں میں آجاتے ہیں اشک
اس کی قدرت ہے کہ پیدا آگ سے پانی کرے

حالِ دل مت پوچھیے اب ہو چکا نا گفتہ بہ
رحمتِ یزداں کرم کی اپنے ارزانی کرے

زاہدِ ناداں نہیں سمجھا ابھی طاعت کا راز
بیٹھ کر گوشہ میں وہ بس سبحہ گردانی کرے

دل پہ رکھتا ہوں کڑی نظریں ہمیشہ اے نظرؔ
گر کروں صرفِ نظر ظالم یہ من مانی کرے

☆☆☆

☆

خالی اس آستاں سے نہ دریوزہ گر پھرے

خالی اس آستاں سے نہ دریوزہ گر پھرے
ایماں کا لے کے دامنِ دل میں گہر پھرے

پیغامِ لا الٰہ لیے ہم جدھر پھرے
ان بستیوں کے شام و سحر سر بسر پھرے

تقدیرِ سیم و زر ہے یہی در بدر پھرے
پیچھے لگیں جو ان کے وہ ناداں وہ سر پھرے

ناحق یہاں ستائے گئے اہلِ حق بہت
مؤقف سے اپنے وہ نہ سرِ مو مگر پھرے

مہتاب و آفتاب ہیں کس کی تلاش میں
سرگرداں ایک دن میں ہے اک رات بھر پھرے

محرومیاں نصیب مرا اب تو بن گئیں
میری ہی ٹھوکروں میں کبھی تاجِ زر پھرے

تدبیر کام آئے نہ کام آئے کچھ خرد
کچھ بھی نہ کام آئے مقدر اگر پھرے

اف دردِ جاں گداز کا چارہ نہ ہو سکا
نومید ہو کے مجھ سے مرے چارہ گر پھرے

دل کھو نہ جائے حسن کی رنگینیوں میں یہ
اس ڈر سے عمر بھر کیے نیچی نظر پھرے

☆☆☆

☆

ٹلتی ہی نہیں اب تو بلائیں مرے سر سے

ٹلتی ہی نہیں اب تو بلائیں مرے سر سے
مدت ہوئی رحمت کی گھٹاؤں کو بھی برسے

طائر جو سرِ شاخ پہ بیٹھے ہیں نڈر سے
کیا عہد کوئی باندھ لیا برق و شرر سے

اب مجھ کو نہیں شغلِ مے و جام سے مطلب
مخمور ہوا دل ترے فیضانِ نظر سے

سو رازِ حقائق سے اٹھا دیتی ہے پردہ
وہ ایک حقیقت کہ چھپی چشمِ بشر سے

وہ خاک بسر ہو کے رہے اشک فروزاں
جو دور ہوئے انجمنِ دیدۂ تر سے

اک آگ سی مدت سے نظر دل میں لگی ہے
اللہ کرے اشک مری آنکھ سے برسے

☆☆☆

☆

بے خود ہوا ہوں خود بھی مئے لالہ فام سے

بے خود ہوا ہوں خود بھی مئے لالہ فام سے
آیا تھا میکدے میں کسی اور کام سے

پہچان شکل سے ہے نہ طرزِ کلام سے
پہچانتے ہیں سب مجھے بس میرے نام سے

کچھ واسطہ نہیں ہمیں ان کے پیام سے
خوش کرنا چاہتے ہیں درود و سلام سے

خالی ہے دل خشیتِ ربِّ انام سے
کیا فائدہ ہے ایسے قعود و قیام سے

اس زندگی سے کون سی ایسی خطا ہوئی
جکڑی گئی جو سلسلۂ صبح و شام سے

آنکھوں میں اشک، آہ لبوں پر، جگر میں سوز
آئی ہے ان کی یاد بڑے اہتمام سے

رسوائیوں کے ساتھ ہی ہوتا ہے اس کا ذکر
ڈرنے لگا ہوں میں تو محبت کے نام سے

کچھ بھی نہ گھٹ سکی شبِ ہجراں کی تیرگی
ہم نے چراغِ اشک جلائے بھی شام سے

کیسی جگہ ہے یہ بھی دل اُکتا گیا نظرؔ
دنیا ہے آب و گل کے دو روزہ قیام سے

☆☆☆

☆

یہ حالت ہوگئی ضبطِ فغاں سے

یہ حالت ہوگئی ضبطِ فغاں سے
پھنکا جاتا ہے دل سوزِ نہاں سے

بھلا آئے یقیں ہم کو کہاں سے
ہمارا ذکر اور ان کی زباں سے

گلے مل لوں ذرا عمرِ رواں سے
اٹھایا جا رہا ہوں آستاں سے

ہوا خونِ تمنا اشک نکلے
کہاں کی بات ظاہر ہے کہاں سے

اُنھیں مائل کیا میں نے وفا پر
کہ تارے توڑ لایا آسماں سے

غموں کی چوٹ سے آنسو نہ نکلیں
وہ دل پتھر کا میں لاؤں کہاں سے

نظر آتے ہیں وہ حیراں پشیماں
سنایا تھا ابھی کچھ داستاں سے

☆☆☆

☆

عمرِ عزیز اپنی چلے ہم گزار کے

عمرِ عزیز اپنی چلے ہم گزار کے
آئے نہیں پلٹ کے مگر دن بہار کے

چھاؤں میں زلفِ پر شکن و تابدار کے
بھولا ہوا ہوں سیکڑوں غم روزگار کے

دورِ خزاں میں نغمے ہیں فصلِ بہار کے
قربان جائیں گردشِ لیل و نہار کے

اس رات کی سحر ہی نہیں ہم سے پوچھ لو
مارے ہوئے ہیں ہم بھی شبِ انتظار کے

اے حسنِ ذوق صحنِ گلستاں سے پھول چُن
کانٹوں سے کیا غرض ہے یمین و یسار کے

احسان کیوں اٹھائیں کسی راہبر کے ہم
رہبر ہمیں نقوش کفِ پائے یار کے

سونے دو اے فرشتو لحد میں تو نیند بھر
لوٹا ہوں میں سفر سے کڑے دن گزار کے

دل کی فسردگی نہیں جاتی کسی طرح
قصے سناؤ لاکھ بھی باغ و بہار کے

شاہوں کو جس کی حلقہ بگوشی پہ فخر ہے
ادنیٰ غلام ہم بھی اسی تاجدار کے

ہوش و حواس قلب و نظر کیا عطا نہیں
احساں ہیں کس قدر مرے پروردگار کے

☆☆☆

☆

موسمِ گل کے دور میں نالے یہ تھے ہزار کے

موسمِ گل کے دور میں نالے یہ تھے ہزار کے
ہم ہیں اسیرِ باغباں، کیسے مزے بہار کے

ان کی اذیتوں کو میں سب سے چھپا تو لوں مگر
ان آنسوؤں کو کیا کروں، کب ہیں یہ اختیار کے

لطف و کرم کی آس رکھ، ظلم و ستم اگر سہے
صحنِ چمن میں گل بھی ہیں، پہلو بہ پہلو خار کے

رندوں کی بادہ نوشیاں، پیتے ہیں اس طرح سے کچھ
جیسے کہ اب نہ لوٹ کر آئیں گے دن بہار کے

حد سے گزر چلے ہیں وہ، جاں سے گزر چلا ہوں میں
پہلو نکل ہی آئے ہیں جبر سے اختیار کے

رعبِ جمال ان کا ہو مانعِ دید جب نظر
کس طرح مستفیض ہوں جلووں سے روئے یار کے

☆☆☆

☆

حوصلہ مند نہیں دل ہی تن آسانوں کے

حوصلہ مند نہیں دل ہی تن آسانوں کے
ورنہ ساحل بھی تو ہے بیچ میں طوفانوں کے

ایک دل ہے کہ ابھی ہو نہ سکا زیرِ نگیں
ورنہ دنیا ہے تصرف میں ہم انسانوں کے

قصے عشاقِ نبیؐ اور نبیؐ کے واللہ
جیسے اک شمع کے اور شمع کے پروانوں کے

سارے ارمان تھے پروردۂ دل یونہی تو
دل کا بھی خون ہوا خون سے ارمانوں کے

اوس دیکھی ہے پڑی سبزۂ بیگانہ پر
پھول کمھلائے سے دیکھے چمنستانوں کے

تجھ سے قربت نہ سہی دور کی نسبت ہی سہی
ہوئے دیوانے یونہی ہم ترے دیوانوں کے

چھوڑ کر پردہ سرا وقت کے تیور دیکھیں
رہنے والے جو ہیں خسخانہ میں ایوانوں کے

رخِ خورشید کہاں گرد میں چھپ سکتا ہے
کہ حقیقت نہ چھپے رنگ میں افسانوں کے

ایک وہ شمع کہ ہے سب کی نظر سے مستور
مقتبس آج بھی دل اس سے ہیں انسانوں کے

☆☆☆

☆

قدم ڈگمگائے خیالات بھٹکے

قدم ڈگمگائے خیالات بھٹکے
تصور سے تیرے رہا دل جو ہٹ کے

بری بات جینا تھا موقف سے ہٹ کے
بُرا کیا ہوا جو سرِ دار لٹکے

مجھے منتقل کر کے شہرِ خموشاں
نہ پھر حال پوچھا کسی نے پلٹ کے

جسے وسعتِ دو جہاں بھی نہیں کچھ
مرے دل میں کیسا سمایا سمٹ کے

مرا کوئی مونس شبِ غم میں تھا کب
بجز دل میں روتا بھی کس سے لپٹ کے

مرا دل دکھا مت ستمگر مبادا
ترا بھی نظر سے کوئی کام اٹکے

☆☆☆

☆

دل کو چھوڑا مجھ کو الزامِ خطا دینے لگے

دل کو چھوڑا مجھ کو الزامِ خطا دینے لگے
وہ تو ملزم ہی کے حق میں فیصلا دینے لگے

جب وہ سائل کو بنامِ مصطفیٰ دینے لگے
تھی طلب جتنی اسے اس سے سوا دینے لگے

دل سی شے لے کر ہمیں داغِ جفا دینے لگے
کچھ نہ سوچا کیا لیا تھا اور کیا دینے لگے

آخری لو پر تھا جب میرا چراغِ زندگی
غم کی گھبراہٹ میں سب منہ کی ہوا دینے لگے

اپنے ملنے کو کہا میری رگِ جاں کے قریب
اللہ اللہ کس قیامت کا پتہ دینے لگے

چند آنسو آ گئے تھے آنکھ میں چرچے ہیں سو
لوگ اتنی بات کو کتنی ہوا دینے لگے

ظلمتِ دل کو ہماری پوچھتے کیا ہو نظرؔ
گیسوؤں والے کا اب ہم واسطا دینے لگے

☆☆☆

☆

کام ہونے کا نہیں آہِ رسا سے پہلے

کام ہونے کا نہیں آہِ رسا سے پہلے
ختم ہوجائیں گے ہم ختمِ جفا سے پہلے

طالبِ مرگ تری سادہ دلی کے صدقے
زندگی پھر تو نہیں پوچھ قضا سے پہلے

تقویٰ واعظِ ناداں سے خدا کی ہے پناہ
مے بھی پیتا نہیں جو حمد و ثنا سے پہلے

کون سا سانپ تجھے سونگھ گیا اے فرعون
سانپ پھرتے تھے بہت ضربِ عصا سے پہلے

نارِ دوزخ کی سزا سخت نظر آتی تھی
ہم کے آگاہ نہ تھے اپنی خطا سے پہلے

صاحبِ غارِ حرا نے اسے عزت بخشی
کون واقف تھا نظر غارِ حرا سے پہلے

☆☆☆

☆

محوِ دیدارِ بتاں تھے پہلے

محوِ دیدارِ بتاں تھے پہلے
ہم کہ مغلوبِ گماں تھے پہلے

خود بھی خود پر نہ عیاں تھے پہلے
وہ بھی آئے ہی کہاں تھے پہلے

اتنے کب شعلہ بجاں تھے پہلے
ہم کو غم اتنے کہاں تھے پہلے

دور تر ہم سے ہوئی ہے منزل
اب وہاں کب کہ جہاں تھے پہلے

اب تو ہیں خود ہی معمہ ہم لوگ
کاشفِ سرِّ نہاں تھے پہلے

اپنی منزل پہ کبھی تھے فائز
ہم کہ باعزم جواں تھے پہلے

مر کے بے نام و نشاں ہونا ہے
جیسے بے نام و نشاں تھے پہلے

اب ہیں خاموش نظر آتے ہی
جس قدر شعلہ بیاں تھے پہلے

☆☆☆

☆

رہِ ثواب کو چھوڑیں کبھی نہ فرزانے

رہِ صواب کو چھوڑیں کبھی نہ فرزانے
ہماری طرح سے وہ تو نہیں ہیں دیوانے

چلے ہیں فلسفۂ عشق سب کو سمجھانے
جنابِ شیخ کو کیا ہو گیا خدا جانے

پھرا کے سبحۂ گرداں کے ایک سو دانے
چلا ہے زاہدِ ناداں خدا کو اپنانے

وہ اپنی بات سے پھرتے نہیں کبھی کہہ کر
ہم اپنے دین سے پھر جائیں ایسے دیوانے

قدم اٹھانے سے پہلے تجھے خبر کر دوں
یہ راہِ عشق ہے کھوٹے کھرے کو پہچانے

صنم کدوں میں ہی جا کر کریں تکلف کیا
ہمارے کعبۂ دل میں ہزار بت خانے

اسی کے جادۂ پنہاں کا دل ہے شیدائی
حقیقت اتنی ہے باقی تو سب ہیں افسانے

ہمارے دل میں ہے کس کا یہ زخم یوں گہرا
کسی کے پاس ہو گہری نظر تو پہچانے

☆☆☆

☆

ہر بات ہے الٹی دنیا کی الٹے ہیں سب اس کے افسانے

ہر بات ہے الٹی دنیا کی الٹے ہیں سب اس کے افسانے
جب ہوش خرد کو آیا کچھ کہلائے گئے ہم دیوانے

تاریک پسندی عام سہی پھر بھی ہے قرینہ محفل کا
جب شمعِ حقیقت جل اٹھی گر دآہی گئے کچھ پروانے

ہے ہوش ہمیں اتنا تو ابھی مجبور نہ کر اے وحشتِ دل
برباد ہی ہوتا معمورہ آباد کروں گر ویرانے

طوفانِ مجسم بن کے وہی اب آئے نظر منزل کے قریں
محسوس ہوئے تھے قبلِ سفر جو خوف کہ دل کو انجانے

انکار نہیں کچھ پینے سے جتنی بھی ملی ہم پی لیں گے
توحید کی مے ہو خالص اور عرفانِ نظر کے پیمانے

☆☆☆

☆

تری ہی یاد سے آباد دل کے کاشانے

تری ہی یاد سے آباد دل کے کاشانے
تری طلب سے جو خالی وہ دل ہیں ویرانے

سنبھل سنبھل کے میں امروز رکھ رہا ہوں قدم
یہ درس مجھ کو دیا ہے شعورِ فردا نے

جفائے یار بھی اک صدقۂ توجہ ہے
مقامِ شکر ہے یکسر نہیں وہ بیگانے

کہوں میں کیسے کہ بدلا ہے نظمِ میخانہ
شرابِ کہنہ وہی ہے وہی ہیں پیمانے

تری نگاہ نے چونکا دیا ہمیں ورنہ
تغیراتِ زمانہ سے ہم تھے بیگانے

نظر ہے کج روئ عہدِ نو معاذ اللہ
مآل دیکھیے ہوتا ہے کیا خدا جانے

☆☆☆

☆

وہ لحظہ غنیمت جانو بس جو لحظہ کہ ٹلتا جاتا ہے

وہ لحظہ غنیمت جانو بس جو لحظہ کہ ٹلتا جاتا ہے
بیمارِ شبِ غم کا چہرہ اب رنگ بدلتا جاتا ہے

محرومی قسمت کا شکوہ باوصفِ خموشی چھپ نہ سکا
جو لفظ و بیاں میں ڈھل نہ سکا اشکوں میں وہ ڈھلتا جاتا ہے

ضربِ دمِ شمشیرِ قاتل افزائشِ راحت کا باعث
سر دے کے مسرت سے لاشہ بسمل کا اچھلتا جاتا ہے

اللہ رے سوزِ قلبِ جگر مرنے پہ بھی کب تخفیف ہوئی
ہر فرد جنازے کا میرے کاندھوں کو بدلتا جاتا ہے

بے راہ روی میں فطرت کا انسان کو درسِ تادیبی
ٹھوکر جسے لگتی جاتی ہے دیکھا کہ سنبھلتا جاتا ہے

یہ سوزِ محبت کیا کہیے ہے آگ لگائے دو طرف
کب شمع ہی جلتی ہے خالی پروانہ بھی جلتا جاتا ہے

آسودۂ منزل کیا ہو گا یہ راہ نوردِ شوق نظرؔ
خطرات فزوں تر ہوتے ہیں ہر گام کہ چلتا جاتا ہے

☆☆☆

☆

اف کہ گرویدۂ اصنام ہوا جاتا ہے

اف کہ گرویدۂ اصنام ہوا جاتا ہے
کیا سے کیا پیروِ اسلام ہوا جاتا ہے

چشمِ ساقی کا جو انعام ہوا جاتا ہے
خود ہی دل مجتنبِ جام ہوا جاتا ہے

بے نیازِ غمِ ایام ہوا جاتا ہے
دل کو اس طرح کچھ آرام ہوا جاتا ہے

زندگی بھر نہ ملی قبر کی منزل مجھ کو
مر کے اب فاصلہ دو گام ہوا جاتا ہے

اشک آنکھوں میں نظر آنے لگے بالآخر
ہنستے رہنے کا یہ انجام ہوا جاتا ہے

☆☆☆

☆

بے سبب کب کسی سے ملتا ہے

بے سبب کب کسی سے ملتا ہے
خود غرض کام ہی سے ملتا ہے

دردِ سر، سربسر ہے آقائی
کیفِ دل بندگی سے ملتا ہے

دین و دنیا میں ہر بلند مقام
بس تری پیروی سے ملتا ہے

سلسلہ ظاہری ہے یہ جتنا
پردۂ غیب ہی سے ملتا ہے

دل کو کیفِ تمام و سوزِ مدام
جذبۂ عاشقی سے ملتا ہے

ہے تکبر متاعِ رسوائی
مرتبہ عاجزی سے ملتا ہے

جو بھی ہے اس نظر کا گرویدہ
دل مرا بس اسی سے ملتا ہے

☆☆☆

☆

اپنے ایمان ویقیں میں وہ کھرا ہوتا ہے

اپنے ایمان ویقیں میں وہ کھرا ہوتا ہے
جو کہ ہر حال میں راضی بہ قضا ہوتا ہے

جال میں نفس کے ہر شخص پھنسا ہوتا ہے
یہ وہ دشمن، جو سدا دوست نما ہوتا ہے

قیدیِ سلسلۂ عمرِ بقا ہوتا ہے
مر کے انساں یہ غلط ہے کہ فنا ہوتا ہے

منفرد نقش ہے نقاشِ ازل کا ہر فرد
پُر نہیں ہوتا ہے پیدا جو خلا ہوتا ہے

لاکھ سجدوں سے بھی برتر ہے وہ سبحان اللہ
ایک سجدہ کہ سرِ دار ادا ہوتا ہے

زخمِ دیرینہ کوئی رسنے لگا پھر شاید
"آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے"

درِ دل جس کا مقفل ہو تو پہنچے کیسے
بابِ توبہ کے کھلے ہونے سے کیا ہوتا ہے

رات کو رات میں کہہ دوں تو سزاوارِ سزا
روزِ روشن جو کہیں وہ تو روا ہوتا ہے

قوم کو لے کے ہو غرقاب وہ لاریب اک دن
وقت کا اپنے جو فرعون بنا ہوتا ہے

جان دے دی رہِ حق میں تجھے مژدہ اے دوست
اک بڑے فرض سے تو عہدہ برآ ہوتا ہے

کثرتِ آرزو عنوانِ ہلاکت ہے نظرؔ
آدمی خود ہی گرفتارِ بلا ہوتا ہے

☆☆☆

☆

ان کی الفت کا جہاں شور و شرر ہوتا ہے

ان کی الفت کا جہاں شور و شرر ہوتا ہے
دل وہی مرکزِ الطافِ نظر ہوتا ہے

ہوش اڑ جاتے ہیں بے چاری خرد کے دیکھا
غم مقابل ہو تو دل سینہ سپر ہوتا ہے

واعظِ شہر نے برباد کیا وقت مرا
صرف باتوں کا کہیں دل پہ اثر ہوتا ہے

لاکھ انسانوں میں ہوتا ہے کوئی ایک بشر
یوں بشر کہنے کو ہر شخص بشر ہوتا ہے

میں تو اس شخص کی باتوں پہ تَرَس کھاتا ہوں
خردِ خام کا جو دستِ نگر ہوتا ہے

گوشۂ دل سے تری یاد ہے یوں وابستہ
دامنِ صبح میں جوں نورِ سحر ہوتا ہے

عالمِ نزع ہے اور اشک ہیں آنکھوں میں نظرؔ
کچھ نہ کچھ رختِ سفر وقتِ سفر ہوتا ہے

☆☆☆

☆

پختہ وہ راہِ محبت میں کہاں ہوتا ہے

پختہ وہ راہِ محبت میں کہاں ہوتا ہے
جس کو کچھ وسوسۂ سود و زیاں ہوتا ہے

آہ کش ہے کبھی سرگرمِ فغاں ہوتا ہے
دل کی تقدیر میں آرام کہاں ہوتا ہے

وقت حیرت زدہ ٹھہرا کہ جہاں ہوتا ہے
شبِ اسرا جو کوئی عرش مکاں ہوتا ہے

عالمِ جذبِ تصور مرا سبحان اللہ
جیسے وہ سامنے بیٹھے ہیں گماں ہوتا ہے

زخمِ شمشیر وسناں ایک نہ اک دن بھر جائے
مندمل ہو نہ جو وہ زخمِ زباں ہوتا ہے

آدمی کاشفِ اسرارِ جہاں ہے لیکن
آپ خود اپنی نگاہوں سے نہاں ہوتا ہے

عمر کس طرح سے گزرے گی نظر آیسے میں
شبِ تنہائی کا اک پل بھی گراں ہوتا ہے

☆☆☆

☆

سختیِ مرحلۂ دار تک آ پہنچا ہے

سختیِ مرحلۂ دار تک آ پہنچا ہے
طالبِ حق کسی معیار تک آ پہنچا ہے

ساقی اک جرعہ کے اصرار تک آ پہنچا ہے
شیخ انکار سے اقرار تک آ پہنچا ہے

نالۂ درد مرا عرش رسا ہے شاید
رحم اب قلبِ ستمگار تک آ پہنچا ہے

بزم کی بزم پہ طاری ہے سکوتِ مستی
ذکر شاید نگہِ یار تک آ پہنچا ہے

لشکرِ شر کو کوئی روکنے والا اٹھے
بڑھ کے اب توصفِ اخیار تک آ پہنچا ہے

مژدہ باد آبلہ پایانِ رہِ شوقِ وفا
قافلہ وادئ پرخار تک آ پہنچا ہے

عرش والوں میں بڑی دھوم نظر آتی ہے اِمشب
کوئی مطلوب طلبگار تک آ پہنچا ہے

☆☆☆

☆

طلسمِ شامِ خزاں سے نہ ٹوٹے گا دل کو یہ اعتبار سا ہے

طلسمِ شامِ خزاں سے نہ ٹوٹے گا دل کو یہ اعتبار سا ہے
طلوعِ صبحِ بہار کا پھر سے نہ جانے کیوں انتظار سا ہے

ترے تصور میں غرق ہوں میں ترا ہی قرب و جوار سا ہے
خزاں صفت شامِ غم کو میں نے بنا لیا خوشگوار سا ہے

فریبِ دنیا عیاذ باللہ غمِ زمانہ کی سازشیں اف
قرار کی صورتوں میں بھی اب مرا یہ دل بے قرار سا ہے

اسی سے ہے شورشِ زمانہ اسی سے رسوائیِ عدم بھی
برا ہوا ہے ہمیں جو کچھ کچھ کہیں کہیں اختیار سا ہے

بہار آئی ہے تو ہمیں کیا جو تو نہیں ہے تو ہے عبث سب
کلی کلی سوگوار سی ہے نظر میں ہر پھول خار سا ہے

☆☆☆

☆

دنیائے عمل میں اے غافل سو جانے میں سب کچھ کھونا ہے

دنیائے عمل میں اے غافل! سو جانے میں سب کچھ کھونا ہے
دو چار دنوں کی بات ہے یہ تا حشر تجھے پھر سونا ہے

بیکار ہیں قسمت کے شکوے، بیکار یہ رونا دھونا ہے
منظور ہے جو کچھ قدرت کو، واللہ وہی کچھ ہونا ہے

یہ راہِ وفا ہے ہم نفسو! اس میں تو یہ سب کچھ ہونا ہے
غم سہنا ہے، جاں کھونا ہے اور خون کے آنسو رونا ہے

بدیوں سے حصولِ غم ہو گا، تسکین ہے ثمرہ نیکی کا
یہ کشتِ عمل ہے اے ہمدم! کاٹے گا وہی جو بونا ہے

اعجازِ مقدر تیرا یہ اور شومئ قسمت اپنی یہ
میں چھو لوں تو سونا بھی مٹی، تو چھو لے جو مٹی سونا ہے

کیوں حرص کا بندہ بن جاؤں، آزادِ غمِ عقبیٰ ہو کر
کیا منزل کھوٹی کرنی ہے، کیا راہ میں کانٹے بونا ہے

دلسوزیِ ہجراں، آہ و فغاں، تا صبح گوارا مجھ کو نہیں
موت آئے، ہو قصہ پاک نظرؔ، ہو جائے ابھی جو ہونا ہے

☆☆☆

☆

فتنہ زا فکر ہر اک دل سے نکال اچھا ہے

فتنہ زا فکر ہر اک دل سے نکال اچھا ہے
آئے گر حسنِ خیال، اس کو سنبھال اچھا ہے

میرے احساسِ خودی پر نہ کوئی زد آئے
تو جو دے دے مجھے بے حرف سوال اچھا ہے

آپ مانیں نہ برا گر، تو کہوں اے ناصح
صاحبِ قال سے تو صاحبِ حال اچھا ہے

بے خیالی نہ رہے، خام خیالی سے بچوں
دل میں بس جائے جو ان کا ہی خیال اچھا ہے

تیرے رخ پر ہو مسرت، تو مرا دل مسرور
تیرے چہرے پہ نہ ہو گردِ ملال اچھا ہے

پرسشِ غم بھی نہیں نیز ملاقات نہیں
آپ کو ہم سے غریبوں کا خیال اچھا ہے

کوئی کہتا ہے مبارک ہو تجھے دورِ فراق
میں سمجھتا ہوں مگر روزِ وصال اچھا ہے

ملک گیری کی ہوس میں ہو تو فتنہ خود ہی
اور فتنہ کو مٹائے تو قتال اچھا ہے

بے نیازِ غمِ عقبیٰ جو نظر تجھ کو کرے
آل و اولاد وہ اچھی، نہ وہ مال اچھا ہے

☆☆☆

☆

کہیے کس درجہ وہ خورشید جمال اچھا ہے

کہیے کس درجہ وہ خورشید جمال اچھا ہے
مختصر یہ کہ وہ آپ اپنی مثال اچھا ہے

دوسروں کے دلِ نازک کا خیال اچھا ہے
کوئی پوچھے تو میں کہہ دیتا ہوں حال اچھا ہے

آئے دن کی تو نہیں ٹھیک جنوں خیزیِ دل
موسمِ گل تو یہ بس سال بہ سال اچھا ہے

مجھ کو کافی ہے میں سمجھوں گا اسے حسنِ جواب
بس وہ فرمادیں کہ سائل کا سوال اچھا ہے

یہ جو بگڑا تری تقدیر بگڑ جائے گی
دل ہے دل یہ، اسے جتنا بھی سنبھال اچھا ہے

اِس سے زائل ہو نظر، اُس سے ہو دل تک روشن
روئے خورشید سے وہ روئے جمال اچھا ہے

☆☆☆

☆

بہ شکلِ دل ہی تمہیں دل کی جستجو کیا ہے

بہ شکلِ دل ہی تمہیں دل کی جستجو کیا ہے
اسی جگہ پہ یہ دیکھیں لہو لہو کیا ہے

خدا کی ذات پہ یہ بحث و گفتگو کیا ہے
سمجھ لے اپنی حقیقت کو پہلے تُو کیا ہے

گہر بنا ہے چمکتا ہوا یہ خونِ صدف
نہیں تو قطرۂ نیساں کی آبرو کیا ہے

ہزار عالمِ رنگیں ہیں دل کی دنیا میں
مری نگاہ میں دنیائے رنگ و بو کیا ہے

جو دسترس میں ہو پی جاؤں میں تو خُم کا خُم
کہ مجھ کو بادۂ یک ساغر و سبو کیا ہے

تمام نظم ہو زیر و زبر، ہو امن تباہ
ہر اک یہی جو کہے دوسرے کو تُو کیا ہے

پتہ چلے کہ مقابل وہ کس کے آیا ہے
نظر کے سامنے آئے سہی عدو کیا ہے

☆☆☆

☆

بتانہ دوں میں تجھے اصلِ آگہی کیا ہے

بتانہ دوں مسیں تجھے اصلِ آگہی کیا ہے
بس آدمی یہ سمجھ لے کہ آدمی کیا ہے

شبِ فراق کے ماروں کی حالتِ ابتر
شنیدنی نہ ہوئی جب تو دیدنی کیا ہے

تلاشِ حسن میں لگ جا تو سب عیاں ہو جائے
نہ پوچھ سلسلۂ عشق و عاشقی کیا ہے

تمام خانۂ دل ظلمتوں مسیں ہے ڈوبا
مگر یہ بیچ مسیں مدھم سی روشنی کیا ہے

برائے خاطرِ احباب ہنس دیا میں بھی
ہنسی کا ایک تکلف کیا، ہنسی کیا ہے

یہ لوگ مرتے ہیں کیوں زندگی پہ جبکہ نظرؔ
خبر ہنوز نہیں حسنِ زندگی کیا ہے

☆☆☆

☆

رخ سے نقاب اٹھ گیا قہرِ تجلیات ہے

رخ سے نقاب اٹھ گیا قہرِ تجلیات ہے
دیکھ ابھی نہ الحذر لمحۂ حادثات ہے

تیری ہی ذات باعثِ رونقِ کائنات ہے
تیری ہی یاد سے سجی بزمِ تصورات ہے

یوں تو ہر ایک رند پر ساقی کا التفات ہے
مجھ پہ ہے کچھ سوا مگر میری کچھ اور بات ہے

زخم کچھ اور داغ کچھ، اور متاعِ آرزو
دل کو ٹٹولتے ہو کیا کل یہی کائنات ہے

میری نظر میں آ کبھی دل میں مرے سما کبھی
جلوہ گری تری نہاں مانا کہ شش جہات ہے

☆☆☆

☆

خبر کس کو محبت کیا ہے پر اتنی حقیقت ہے

خبر کس کو محبت کیا ہے، پر اتنی حقیقت ہے
کہ یہ راحت کی راحت ہے، مصیبت کی مصیبت ہے

یہی ہے ہاں یہی قربِ قیامت کی علامت ہے
مسلمانوں کے دل میں اب مسلمانوں کی نفرت ہے

خدا حائل، حیا حائل، نہ حائل اب ندامت ہے
گناہوں کے لیے اب تو سہولت ہی سہولت ہے

خوشی ہے آنی جانی شے، بہ قدرِ مستقل ہے غم
فسانہ پھر فسانہ ہے، حقیقت پھر حقیقت ہے

نکل کر آہ دل سے آئی جو شعلہ صفت آئی
سلگتی آگ پر شاید کہ بنیادِ عمارت ہے

مری خاموشیوں کا کیا سبب معلوم کرتے ہو
کہوں اس کے سوا میں کیا کہ چپ رہنے کی عادت ہے

تہِ دل جھانک کر کیا دیکھتے ہو اب نظر آس میں
حسد ہے، بغض ہے، کینہ، کدورت اور عداوت ہے

☆☆☆

☆

طورِ سینا کی کہانی اور ہے

طورِ سینا کی کہانی اور ہے
دل پہ کچھ جلوہ فشانی اور ہے

شیخ جی کی لن ترانی اور ہے
خوبیِ رطب اللسانی اور ہے

قصّۂ ماضی سے ملتی ہی نہیں
میری موجودہ کہانی اور ہے

شوق سے ہوتا ہے دل ایذا طلب
عشق کی ایذا رسانی اور ہے

مسکرا دینا بھی پہلوئے خوشی
دل کی لیکن شادمانی اور ہے

رقص و نغمہ کب ہے، کب ہے ناؤ نوش
مقتضائے زندگانی اور ہے

زندہ ہونے کی مرے پہچاں الگ
میرے مرنے کی نشانی اور ہے

اے نظرؔ کیا دل پہ کوہِ غم گرا
اب کے اشکوں کی روانی اور ہے

☆☆☆

☆

جلوہ فرمائے دو عالم ہے مگر روپوش ہے

جلوہ فرمائے دو عالم ہے مگر روپوش ہے
حسنِ معنی شوخیوں میں بھی حیا آغوش ہے

پینے والے ہی نہ ہوں محفل میں تو امر دگر
ورنہ ساقی تو ازل سے میکدہ بر دوش ہے

ہوش والوں کا تمسخر کیوں ہے اے مستِ جنوں
نقطۂ آغاز تیرا ابھی رہینِ ہوش ہے

بعدہٗ کیا کیفیت گزری نہیں معلوم کچھ
صاعقے چمکے تھے نزدِ آشیاں یہ ہوش ہے

مر کے بھی حاصل نہیں کامل سبکدوشی مجھے
میری میت دیکھیے آ کر کفن بر دوش ہے

اک ذرا سی ٹھیس پر آنسو نکل پڑتے ہیں کیوں
دل ہے سینہ میں نظر آیا ساغرِ سر جوش ہے

☆☆☆

☆

حسیں جتنی مری دنیائے دل ہے

حسیں جتنی مری دنیائے دل ہے
کہاں اتنا جہانِ آب و گِل ہے

سیاہی ابرِ غم کی مستقل ہے
تبسم کی چمک گاہے مخل ہے

ازل ہی سے معذّب ہائے دل ہے
محبت اک عذابِ مستقل ہے

تھی جس سے یاد وابستہ کسی کی
وہ زخمِ دل بھی اب تو مندمل ہے

جنابِ شیخ سے مت بولیے گا
ذرا میں طبعِ نازک مشتعل ہے

ذرا پی کر ہی دیکھیں آج تھوڑی
مُصر ساقی ہے کچھ میرا بھی دل ہے

گدازِ عشق پیدا ہو نہ جس میں
وہ دل ہے یا کوئی پتھر کی سل ہے

کبھی دیکھیں جو توفیقِ نظر ہو
سنا وہ شاہ رگ سے متصل ہے

☆☆☆

☆

تعذیب کی ساعت جب آئے کہتے ہیں کہ ٹلنا مشکل ہے

تعذیب کی ساعت جب آئے کہتے ہیں کہ ٹلنا مشکل ہے
بہتر ہے بدل لو اپنے کو فطرت کا بدلنا مشکل ہے

صد حیف بلا کی پستی ہے اب اس سے نکلنا مشکل ہے
اب تک تو سنبھلتے آئے تھے اس بار سنبھلنا مشکل ہے

میدانِ عمل میں اتریں گر حالات بھی کروٹ لیں شاید
اے شیخِ مکرم باتوں سے حالات بدلنا مشکل ہے

خود آگ میں اپنی جلتے ہیں پروانے فدائے شمع ہیں کب
اے دوست پرائی آگ میں تو سب کہتے ہیں جلنا مشکل ہے

پہچان کھرے اور کھوٹے کی اس راہ میں ہوتی ہے ہمدم
یہ راہِ محبت ہے اس میں ہر ایک کا چلنا مشکل ہے

یہ ظلمتِ شب یہ سہادل پُر ہول یہ منظر اُف توبہ
تم صبح کی خبریں دیتے ہو یاں رات نکلنا مشکل ہے

دلکش ہے ہمیں ہر نظارہ ہر رنگ میں ہم کھو جاتے ہیں
یہ حال نظر کا ہے جب اپنا کیا پاؤں پھسلنا مشکل ہے

☆☆☆

☆

دل ابھی گہوارۂ اوہام ہے

دل ابھی گہوارۂ اوہام ہے
رشتۂ ایماں ابھی تک خام ہے

کفر سے آلودہ اُف اسلام ہے
جی رہا ہوں موت کا ہنگام ہے

موت ہے وجہِ سکونِ زندگی
ابتدا منت کشِ انجام ہے

حسن محتاجِ نگاہِ عشق کب
حسن اپنا آپ ہی انعام ہے

خوفِ رسوائی سے نالہ کش نہیں
لوگ یہ سمجھے مجھے آرام ہے

بے کسی، مجبوریاں، درد، آہ و غم
زندگی شاید اسی کا نام ہے

حسنِ ظاہر پر جو مرتے ہیں نظرؔ
حسنِ باطن سے انھیں کیا کام ہے

☆☆☆

☆

شگفتہ دلنشیں سادہ رواں ہے

شگفتہ، دلنشیں، سادہ رواں ہے
یہ اپنا اپنا اندازِ بیاں ہے

لگی ہے آگ، شعلے ہیں، دھواں ہے
چمن میں میرے خیریت کہاں ہے

خدنگِ ناز اُدھر اور تیغِ ابرو
اِدھر دونوں کی زد پر میری جاں ہے

ذرا میں خوش، ذرا میں ہے کبیدہ
بہت نازک مزاجِ گل رخاں ہے

لگا دے آگ جب چاہے دلوں میں
خطیبِ شہر وہ آتش زباں ہے

ہے رودادِ ستم اس کی یہ اصلاً
بظاہر میرے غم کی داستاں ہے

اچک لیتی جہنم مجھ کو لیکن
خدا کی شانِ رحمت درمیاں ہے

ہماری داستاں ماضی کی سن کر
ہر اک انگشت حیرت در دہاں ہے

ضعیف العمر میں ہُوں، دل کہاں ہے
کہ ہر اک عزمِ دل، عزمِ جواں ہے

بتا دیتا ہے چہرہ آدمی کا
نظر غمگیں ہے دل یا شادماں ہے

☆☆☆

☆

کیف وسرورِ خلد کہ اس رہ گزر میں ہے

کیف و سرورِ خلد کہ اس رہ گزر میں ہے
دنیا بہ اشتیاق اسی جانب سفر میں ہے

شیرینیِ زباں کہ جو اس فتنہ گر میں ہے
اک اعتبار وعدۂ نا معتبر میں ہے

منزل کا کوئی ہوش نہ جادہ نظر میں ہے
اس کارواں پہ حیف جو یونہی سفر میں ہے

لوگوں کا دل نہیں ہے کہ وہ مستفیض ہوں
اندازِ رنگ و بو وہی گل ہائے تر میں ہے

یہ زندگی نہ دے گی متاعِ سکوں تجھے
بے چاری خود ہی گردشِ شام و سحر میں ہے

کیا دورِ انقلاب ہے اللہ کی پناہ
اب گمرہی بھی پیرویِ راہبر میں ہے

تیرے ہی دل میں جوشِ لہو اب نظر نہیں
حالانکہ معرکہ تو وہی خیر و شر میں ہے

☆☆☆

☆

فیضیابِ حال ہے نے فکرِ مستقبل میں ہے

فیضیابِ حال ہے نے فکرِ مستقبل میں ہے
آدمی ہوش و خرد کی کون سی منزل میں ہے

بات کر سکتے نہیں گو حشر برپا دل میں ہے
تیری محفل میں ہیں جب تک دل بڑی مشکل میں ہے

آخرت سے بے نیازی کیوں تمہارے دل میں ہے
کون سا ایسا مزہ دنیائے آب و گل میں ہے

ہر قدم طوفانِ غم ہے ہر قدم گردابِ شوق
کتنی آسانی سے اب یہ زندگی مشکل میں ہے

ہے نثارِ شمع پروانہ کہ ہے مجبورِ عشق
آگ میں جلنے کی ہمت ورنہ کس کے دل میں ہے

ابتدائے عشق ہے اور ڈوبتا جاتا ہے دل
کیا خبر تھی مجھ کو گردابِ بلا ساحل میں ہے

حال کی بد حالیوں پر دل ہے ہر دم بیقرار
صورتِ تسکیں اسے کچھ خوابِ مستقبل میں ہے

رائیگاں محنت گئی تو کیا کہ مجھ کو چاہئے
وہ جو تحریکِ عمل اک سعیِ لاحاصل میں ہے

سجدہ ریزی سوئے کعبہ ہے نظر آمرِ مجاز
حاصلِ سجدہ تو ورنہ اس حریمِ دل میں ہے

☆☆☆

☆

کیا یہ غمِ جاناں کا تو اعجاز نہیں ہے

کیا یہ غمِ جاناں کا تو اعجاز نہیں ہے
اب دل پہ کوئی غم اثر انداز نہیں ہے

مونس کوئی ہمدم کوئی دم ساز نہیں ہے
کیا بات کریں جب کوئی ہم راز نہیں ہے

مائل بہ کرم ہیں وہ مرے حال پہ اب بھی
نظروں کا وہ پہلا سا پہ انداز نہیں ہے

دنیا طلبی حد سے بڑھی جاتی ہے لیکن
دیں کے لیے اب کوئی تگ و تاز نہیں ہے

اللہ رے خاموشیِ رفتارِ زمانہ
گزرا ہے مگر کوئی بھی آواز نہیں ہے

فطرت کے عناصر تو ہم آواز ہیں میرے
کیا غم جو کوئی اور ہم آواز نہیں ہے

چلتے ہوئے کہتا ہے نظر کچھ یہ زمانہ
انساں ہی مگر گوش بر آواز نہیں ہے

☆☆☆

☆

مرے عرضِ مدعا میں کوئی پیچ وخم نہیں ہے

مرے عرضِ مدعا میں کوئی پیچ وخم نہیں ہے
وہ سمجھ کے بھی نہ سمجھیں تو یہ کیا ستم نہیں ہے

مرے دل میں غم ہزاروں مگر آنکھ نم نہیں ہے
یہ زمانہ کیسے مانے جو ثبوتِ غم نہیں ہے

خلش، اضطراب و شورش کہ غم والم نہیں ہے
بہ طفیلِ عشق یعنی مجھے کیا بہم نہیں ہے

زنقوشِ یادِ رنگیں گل و گلستاں کا عالم
مرے دل میں ہے جو نقشہ وہ ارم ارم نہیں ہے

دمِ نزع روئی مجھ سے مری بے کسی لپٹ کر
مجھے مرگِ ناگہاں بھی یہ سکوں بہم نہیں ہے

کسے رہنے دوں، بچاؤں کسے تیرِ غم کی زد سے
یہ جگر ہے، یہ مرا دل مجھے کوئی کم نہیں ہے

نظر ایک شرط ہے بس کہ ملے بہ دستِ ساقی
میں ہزار جام پی لوں مجھے کچھ قسم نہیں ہے

☆☆☆

☆

تو اے غافل ابھی محرم نہیں ہے

تو اے غافل ابھی محرم نہیں ہے
نشاطِ دل سقوطِ غم نہیں ہے

نگاہِ عشق ہی محرم نہیں ہے
اشارہ حسن کا مبہم نہیں ہے

عذابِ آخرت کو سوچیے کیا
عذابِ زندگی کچھ کم نہیں ہے

ہجومِ غم سے مشکل سانس لینا
یہ جینا موت سے کچھ کم نہیں ہے

گناہوں سے مبرّا ہو تو کیوں کر
فرشتہ کچھ بنی آدم نہیں ہے

کسے مونس کوئی جا کر بتائے
کہ جب دل ہی مرا ہمدم نہیں ہے

نظر اسبابِ دنیا پر ہے تیری
یقیں اللہ پر محکم نہیں ہے

☆☆☆

☆

سرور و کیفِ دل پیہم نہیں ہے

سرور و کیفِ دل پیہم نہیں ہے
دل ایماں سے ابھی مدغم نہیں ہے

خوشا قسمت ہجومِ غم ہے لیکن
سکونِ دل مرا برہم نہیں ہے

تمہاری فکر میں الجھاؤ ہو گا
مرے کہنے میں پیچ و خم نہیں ہے

محبت باعثِ آرام و جاں بھی
محبت سے وُجوبِ غم نہیں ہے

نہ کر اے بے خبر تحقیرِ انساں
کوئی انساں کسی سے کم نہیں ہے

ہزاروں رنج و غم ہیں زندگی میں
مگر یہ خود برائے غم نہیں ہے

سُنیں سب قصۂ دل کیوں، کہ اس میں
نشاطِ داستانِ جم نہیں ہے

اسے میں بانٹ دوں اوروں میں کیسے
شرابِ غم ہے یہ زم زم نہیں ہے

فضائے دل کبھی کچھ ہے کبھی کچھ
یہاں پر ایک سا موسم نہیں ہے

مقامِ آدمیت سے ابھی تک
نظرؔ یہ آدمی محرم نہیں ہے

☆☆☆

☆

ہر چند زباں سے کچھ نہ کہیں دنیا کو خبر ہو جاتی ہے

ہر چند زباں سے کچھ نہ کہیں، دنیا کو خبر ہو جاتی ہے
رازِ غمِ دل کے افشا کو یہ آنکھ جو تر ہو جاتی ہے

ہے فطرتِ آدم خیر طلب، ہے خلقتِ انساں حُسن طلب
حیراں ہوں میں کیسے طبعِ بشر آمادۂ شر ہو جاتی ہے

اے غرقِ ستم! اے مستِ جفا! تو نے بھی سنا ہے یہ کہ نہیں
نکلی جو شکستہ دل سے دعا پابندِ اثر ہو جاتی ہے

ساحل کی طلب میں جو نکلی، دیکھا سرِ ساحل آ پہنچی
ساحل سے گریزاں جو بھی ہوئی، وہ موج بھنور ہو جاتی ہے

قسمت کو جگاتے ہیں اس سے، آنکھوں سے لگاتے ہیں اس کو
خاکِ درِ جاناں کیا کہیے، اکسیر اثر ہو جاتی ہے

وہ خواب کے عالم میں گا ہے جب مجھ کو دکھائی دیتے ہیں
تسکینِ دل و جاں ہو کہ نہ ہو تسکینِ نظر ہو جاتی ہے

☆☆☆

☆

کفن کو کھول کے صورت دکھائی جاتی ہے

کفن کو کھول کے صورت دکھائی جاتی ہے
کہ زندگی کی حقیقت بتائی جاتی ہے

نگاہ و دل میں وہ سب کے سمائی جاتی ہے
ادائے خاص کہ ساقی میں پائی جاتی ہے

خموش ہو کے میں سنتا ہوں اہلِ دنیا سے
مجھی کو میری کہانی سنائی جاتی ہے

مزاجِ دل یہ بدلنا تھا اور نہیں بدلا
اگرچہ خوں میں تمنا نہائی جاتی ہے

خوشا نصیب کہ منزل پہ دار کی پہنچا
سکوں ملا ہے تو اب نیند آئی جاتی ہے

نگاہِ غیر نہ پڑ جائے یوں تری تصویر
نگارخانۂ دل میں سجائی جاتی ہے

گرا ہے قعرِ مذلت میں اے نظرؔ افسوس
غلط روی میں تو ٹھوکر ہی کھائی جاتی ہے

☆☆☆

☆

کس قدر جنسِ جفا عام ہوئی جاتی ہے

کس قدر جنسِ جفا عام ہوئی جاتی ہے
ہر وفا کوششِ ناکام ہوئی جاتی ہے

دور تر از رہِ اسلام ہوئی جاتی ہے
زندگی موت کا پیغام ہوئی جاتی ہے

حیف دلدادۂ اوہام ہوئی جاتی ہے
امتِ خیر یہ بدنام ہوئی جاتی ہے

ہوسِ بادۂ گلفام نہیں کم ہوتی
سعیِ توبہ مری ناکام ہوئی جاتی ہے

دور منزل ہے نگاہوں سے ابھی رہرو کی
بیچ رستے میں اسے شام ہوئی جاتی ہے

لذتِ مے کا بیاں بادہ کشوں سے سن کر
نیتِ شیخ بھی کچھ خام ہوئی جاتی ہے

کام کچھ ایسے کیے اہلِ ہوس نے جس سے
عاشقی موردِ الزام ہوئی جاتی ہے

زندگی بھر نہ ملی خیر کی منزل مجھ کو
مر کے اب منزلِ دو گام ہوئی جاتی ہے

بات جو منہ سے نکلتی ہے سنا ہم نے نظرؔ
نقش بر صفحۂ ایام ہوئی جاتی ہے

☆☆☆

☆

جو راہِ حق سے طبیعت کبھی بھٹکتی ہے

جو راہِ حق سے طبیعت کبھی بھٹکتی ہے
مثالِ خار کوئی دل میں شے کھٹکتی ہے

جہاں بھی دیکھیے انسانیت سسکتی ہے
رُخِ حیات سے حسرت سی اک ٹپکتی ہے

جو محوِ خواب تھے دنیا سے ٹھوکریں کھائیں
کھلی جو آنکھ تو دنیا ہمیں تھپکتی ہے

جو سوچتا ہوں کہ تعمیرِ آشیاں کر لوں
معاً خیال میں بجلی سی اک چمکتی ہے

اٹھا لیا تھا ترے آستاں سے سر اپنا
تو زندگی ہے کہ اب در بدر بھٹکتی ہے

چراغِ راہ کا دیتی ہے کام منزل میں
جبیں کہ لمعۂ ایماں سے جب دمکتی ہے

تمہارے قرب کی لذت کا حال کیا ہو گا
کہ جب خیال سے دنیائے دل مہکتی ہے

تری نگاہ میں دنیائے دوں متاعِ عزیز
مری نظر میں یہی شے مگر کھٹکتی ہے

☆☆☆

☆

کوششِ مسلسل بھی رائیگاں سی لگتی ہے

کوششِ مسلسل بھی رائیگاں سی لگتی ہے
آرزوئے دل اب تو نیم جاں سی لگتی ہے

کچھ مشیتِ یزداں سرگراں سی لگتی ہے
یا مری طبیعت ہی بدگماں سی لگتی ہے

نغمہ جُو نہ ہوائے دل وقت اب نہیں ایسا
ہر گھڑی مجھے دنیا نوحہ خواں سی لگتی ہے

جب بھی آئے یہ ظالم ساتھ لے کے ہے جائے
موت زندگی کی کچھ رازداں سی لگتی ہے

فنِ سحر کہئے یا سحرِ فن ستم گر کا
جور و قہر کی صورت مہرباں سی لگتی ہے

عضو عضو ناکارہ عالمِ ضعیفی میں
جز نظر کہ ہے بالغ نوجواں سی لگتی ہے

☆☆☆

☆

عمر ہائے تمام ہوتی ہے

عمر ہائے تمام ہوتی ہے
آج قیدِ دوام ہوتی ہے

رشکِ توحید وہ بسا دل میں
کب درایں خانہ شام ہوتی ہے

آدمی کو گرا دے پستی میں
جب زباں بے لگام ہوتی ہے

اُف مری حرصِ بادہ آشامی
خواہشِ دُرد و جام ہوتی ہے

ان کی محفل میں ایک میں ہی نہیں
اور دنیا تمام ہوتی ہے

دور منزل ہے اور ہم پیچھے
ہائے رستہ میں شام ہوتی ہے

لاگ جس عقل کو نہیں دیں سے
ہیچ ہوتی ہے خام ہوتی ہے

خلشِ دل کا کیا مداوا ہو
یہ خلش تو مدام ہوتی ہے

اے نظر فکرِ آخرت بھی کچھ
فکرِ دنیا تو عام ہوتی ہے

☆☆☆

☆

بہ ہر پہلو مجھے آٹھوں پہر معلوم ہوتی ہے

بہ ہر پہلو مجھے آٹھوں پہر معلوم ہوتی ہے
محبت کی خلش اب معتبر معلوم ہوتی ہے

تقاضے لا الہ کے ہم نفس اُتنے ہی زیادہ ہیں
بظاہر بات جتنی مختصر معلوم ہوتی ہے

بہ ہر لغزش جھجکتا ہوں، سنبھلتا ہوں، ٹھہرتا ہوں
نگہباں رحمتِ خیر البشرؐ معلوم ہوتی ہے

خدا بیزاریِ دنیا فزوں تر آئے دن ہے کیوں
یہ تہذیبِ فرنگی فتنہ گر معلوم ہوتی ہے

مہ و خورشید و ابر و برق و باراں، موجۂ صرصر
کوئی ہستی نظر آتی فوق البشر معلوم ہوتی ہے

☆☆☆

☆

خلش کی بڑھ کے دردِ بیکراں تک بات پہنچی ہے

خلش کی بڑھ کے دردِ بیکراں تک بات پہنچی ہے
محبت کی ذرا دیکھیں کہاں تک بات پہنچی ہے

نکل کر آہِ دل میری سرِ عرشِ بریں پہنچی
درونِ دل سے چل کر آسماں تک بات پہنچی ہے

جو منزل تک پہنچ کر اُف پلٹ آیا ہے منزل سے
اسی گم کردہ منزل کارواں تک بات پہنچی ہے

نگاہیں بار بار اٹھتی ہیں سوئے آسماں میری
حدیثِ گلستاں میں آشیاں تک بات پہنچی ہے

چھڑا محفل میں جب بھی ذکرِ جامِ زہرِ غم دیکھا
اسی شیریں سخن شیریں زباں تک بات پہنچی ہے

حقیقت ہے نظر دیوار و در کے کان ہوتے ہیں
کہی جو زیرِ لب اہلِ جہاں تک بات پہنچی ہے

☆☆☆

☆

ہزار چھوڑ کے نقش و نگار گزری ہے

ہزار چھوڑ کے نقش و نگار گزری ہے
کہ جب خیال سے تصویرِ یار گزری ہے

صبا کے دوش پہ ہو کر سوار گزری ہے
وہ بوئے زلفِ دوتا مشکبار گزری ہے

جب آئی کر کے مجھے دل فگار گزری ہے
وطن کی یاد مرے دل پہ بار گزری ہے

ہنوز یاد سے جس کی کلی کھِلے دل کی
چمن سے ایسی بھی طرفہ بہار گزری ہے

ترے بغیر بھی دنیا گزار دی ہم نے
یہ اور بات بہت سوگوار گزری ہے

چمن چمن پہ پڑی اوس صبح دم دیکھی
نہ جانے کر کے صبا کیا پکار گزری ہے

امیدِ رحمتِ پروردگار ہے دل میں
کہ زندگی تو نظر ٓخام کار گزری ہے

☆☆☆

☆

اسیرِ آز ہوتی جا رہی ہے

اسیرِ آز ہوتی جا رہی ہے
نگہ ناساز ہوتی جا رہی ہے

صدائے احتجاجِ وقت اب تو
مری آواز ہوتی جا رہی ہے

لگاوٹ حسنِ خود بیں میں ہے جتنی
وہ صرفِ ناز ہوتی جا رہی ہے

طبیعت پر حقیقت کیا کھلے گی
گماں آغاز ہوتی جا رہی ہے

خود اپنے نفس کے اندر سنو تو
کوئی آواز ہوتی جا رہی ہے

بڑھا ہے امتیازِ خیر و شر کچھ
نظر ممتاز ہوتی جا رہی ہے

☆☆☆

☆

صبا ہے گل ہیں سبزہ زار بھی ہے

صبا ہے، گل ہیں، سبزہ زار بھی ہے
ہو دل غمگیں تو سب بیکار بھی ہے

نہاں ہے اور جلوہ بار بھی ہے
وہ ظاہر ہو کے پراسرار بھی ہے

محبت کیف زا اور شعلہ ساماں
محبت نور بھی ہے، نار بھی ہے

بڑے مجرم ہیں ہم مانا یہ لیکن
سُنا ہے وہ بڑا غفار بھی ہے

نہیں شیوہ کروں میں ترکِ دنیا
اگرچہ اس سے دل بیزار بھی ہے

انہیں کے آستاں کا میں گدا ہوں
کہ اُن کی ہی بڑی سرکار بھی ہے

غلط ہے تہمتِ غفلت شعاری
کہ اکثر دل یہ شب بیدار بھی ہے

محبت کرنے والے جانتے ہیں
کہ یہ ساحل بھی ہے، منجدھار بھی ہے

مئے عرفاں ملے ساقی کے ہاتھوں
مرے پینے کا کچھ معیار بھی ہے

اذانِ حق پہ ملتی ہیں سزائیں
مری منزل نظر آ دشوار بھی ہے

☆☆☆

☆

آہ کش ہوں نہ لب کشائی ہے

آہ کش ہوں نہ لب کشائی ہے
اے محبت تری دہائی ہے

جب سے توحید کی پلائی ہے
دل پہ مستی عجیب چھائی ہے

موت بڑھ کر قریب آئی ہے
طولِ ہجراں تری دہائی ہے

ذرہ ذرہ سے آشکارا وہ
خود نمائی سی خود نمائی ہے

ہیں عجب چیز ناصحِ ناداں
جب ملے جان ہی چھڑائی ہے

حشر میں وہ ہے شافعِ محشر
اپنی بگڑی بنی بنائی ہے

بے کلی سے کلی نے لب کھولے
لوگ سمجھے کہ مسکرائی ہے

دل کے کہنے میں اب نہ آئیں گے
ہم نے پہلے بہت نبھائی ہے

کس صفائی سے دیکھنا اس نے
سرِ محفل نظر چرائی ہے

☆☆☆

☆

بہم جو دست و گریباں یہ بھائی بھائی ہے

بہم جو دست و گریباں یہ بھائی بھائی ہے
کبھی تو غور کرے کس کی جگ ہنسائی ہے

فغاں ہے لب پہ مری آنکھ بھی بھر آئی ہے
غموں سے آہ کہ دل نے شکست کھائی ہے

مٹا ہی دے گا زمانہ تمہیں نہ گر جاگے
خبر یہ گردشِ لیل و نہار لائی ہے

ترے ہی دل میں حرارت نہیں رہی ورنہ
وہی ہے حسن وہی اس کی دلربائی ہے

مرا تو کام ہے پڑھنا میں لکھ نہیں سکتا
کہ میری لوحِ مقدر لکھی لکھائی ہے

تم اس کی خوبیٔ پنہاں پہ بھی نظر ڈالو
یہ مانتا ہوں کہ انساں میں سو برائی ہے

☆☆☆

☆

گھٹا مہیب بلاؤں کی سر پہ چھائی ہے

گھٹا مہیب بلاؤں کی سر پہ چھائی ہے
دہائی ہے مرے اللہ تری دہائی ہے

سمجھ میں بات یہی تجربہ سے آئی ہے
صلہ وفا کا زمانے سے، بے وفائی ہے

غموں کی دل سے مرے طاقت آزمائی ہے
یہ دیکھنا ہے کہ اب کس کی شامت آئی ہے

ہنسے نہ گُل نہ کلی کوئی مسکرائی ہے
چمن میں شور ہے لیکن بہار آئی ہے

بھنور میں لا کہ پھنساتے رہے سفینہ کو
عجیب طرز کا یہ عہدِ نا خدائی ہے

جُدا کرو نہ مرے دیں کو میری دنیا سے
یہ دونوں مِل کے ہی کہتے ہیں اک اکائی ہے

کیا نظر نے ہے کیوں ترکِ صحبتِ یاراں
نہ جانے اس کی طبیعت میں کیا سمائی ہے

☆☆☆

☆

خوشیاں کہاں نصیب ہیں غم دل میں بس رہے

خوشیاں کہاں نصیب ہیں غم دل میں بس رہے
جیتے ہوئے بھی جینے کو ہم تو ترس رہے

گلشن میں ہم رہے کہ میانِ قفس رہے
آزردہ قلب و شعلہ بجاں ہر نفس رہے

جب زندگی پہ موت کا ہونے لگے گماں
ایسے میں زندگی کی بھلا کیا ہوس رہے

دریا کے پار اتر گئے تھا جن میں حوصلہ
مُنہ دیکھتے رہے وہ جنھیں پیش و پس رہے

چھوٹا ہے رنگِ لالۂ داغِ جگر سے وہ
شرمندۂ بہار نہ اب کے برس رہے

گلشن میں خوفِ صاعقہ و برق آئے دن
اس سے بھلے تو ہم بحدودِ قفس رہے

وہ آدمی نہیں ہے خدا کی قسم نہیں
دنیا میں پھنس کے جس کو نہ کچھ دیں سے مَس رہے

اپنے چمن میں پھول کہاں نکہتیں کہاں
اب تو یہ آ رہا ہے نظر خار و خس رہے

☆☆☆

☆

اس چہرۂ حسیں کا خیالِ حسیں رہے

اس چہرۂ حسیں کا خیالِ حسیں رہے
دل میں کھلی سدا یہ کتابِ مبیں رہے

گلشن پسند ہم تھے پہ صحرا نشیں رہے
اندوہگیں سے ہائے ہم اندوہگیں رہے

سر مستی و سرور کا اس کے ٹھکانہ کیا
جس دل کی سمت وہ نگہِ سرمگیں رہے

خاکی تھے ہم تو خاک سے نسبت نہیں گئی
روئے زمیں سے اٹھّے تو زیرِ زمیں رہے

اس طرح بھی ملی ہے کبھی منزلِ مراد؟
دیکھی کہیں جو دھوپ تو سایہ نشیں رہے

منزل کی سمت چلتے زمانہ گزر گیا
دیکھا پلٹ کے جب تو جہاں تھے وہیں رہے

ہر لحظہ مٹتے جاتے ہیں رنگیں نقوشِ دہر
دنیا ہماری آنکھ میں کیونکر حسیں رہے

ہر آرزوئے دل سے تقاضا ہے روز و شب
جائے نکل یہ دل سے مرے پھر کہیں رہے

اللہ رے انقلابِ زمانہ کہ اے نظرؔ
کافر یہ کہہ رہا ہے مسلماں نہیں رہے

☆☆☆

☆

خرد ہُشیار ہو جائے انا بیدار ہو جائے

خرد ہُشیار ہو جائے انا بیدار ہو جائے
کچھ ایسے حادثہ سے دل مرا دوچار ہو جائے

قیامت جھیلنے کو پہلے دل تیار ہو جائے
کرے پھر آرزو اس حسن کا دیدار ہو جائے

ہجومِ غم کی یورش بے اثر بے کار ہو جائے
نہ خود احساسِ دل گر در پئے آزار ہو جائے

سیہ خانہ یہ دل قندیلِ صد انوار ہو جائے
اگر ان کی توجہ کی نظر اک بار ہو جائے

میں ایسی زندگی پر موت کو ترجیح دیتا ہوں
سکوں سے سانس لینا تک بھی جب دشوار ہو جائے

نشاطِ زندگی منت پذیرِ مرگ ہے یعنی
نہ مرنا ہو تو جینے ہی سے دل بیزار ہو جائے

دلِ ویراں کی ویرانی مجھے تسلیم ہے لیکن
ابھی تم اک نظر ڈالو یہی گلزار ہو جائے

☆☆☆

☆

کرم اتنا خدائے قادر وقیوم ہو جائے

کرم اتنا خدائے قادر وقیوم ہو جائے
ہے جس کی یہ اُسی کی امتِ مرحوم ہو جائے

محبت کا یہ جذبہ دل سے گر معدوم ہو جائے
نہ جانے پھر بشر کس نام سے موسوم ہو جائے

یہ کیا ہوتا ہے کیوں ہوتا ہے میں بتلا نہیں سکتا
کسی سے عشق ہو دل میں تو خود معلوم ہو جائے

مجھے قسمت پہ پروانوں کی اکثر رشک آتا ہے
جو ہے مقسوم ان کا وہ مرا مقسوم ہو جائے

زہے عز و شرف ان کا زہے محبوبیت ان کی
غلام ان کا جو بن جائے وہی مخدوم ہو جائے

زباں سے کہنے سے تکلیفِ غم واضح نہیں ہوتی
معاون ہوں اگر آنکھیں ادا مفہوم ہو جائے

جو باتیں روزمرہ کی ہیں ان کی قدر کیا لیکن
پہن لیں جب لباسِ شعر ان کی دھوم ہو جائے

نظر آئینہ دارِ فرطِ غم فرطِ مسرت ہے
ان آنکھوں سے سبھی دل کی خبر معلوم ہو جائے

☆☆☆

☆

باصواب آئے ناصواب آئے

باصواب آئے ناصواب آئے
آہِ دل کا مگر جواب آئے

سرِ محفل وہ بے نقاب آئے
کہنے والوں کو کچھ حجاب آئے

بن ترے کوئی شب کہاں گزری
تو نہ آیا تو تیرے خواب آئے

جمع ہیں اہلِ ذوق و اہلِ صفا
ساقیا اب شرابِ ناب آئے

بزمِ ہستی میں کون ٹھہرا ہے
جو بھی آئے وہ پارکاب آئے

دل کی بستی بھی کوئی بستی ہے
آئے دن اس میں انقلاب آئے

راہِ حق میں بڑے مسافر تھے
کم ہی نکلے جو کامیاب آئے

صبح تک آہ و نالہ و گریہ
رات لے کر بڑا عذاب آئے

جب ہوا خونِ آرزوئے دل
اشک آنکھوں میں بے حساب آئے

دل وہ بخشا نظر کو فطرت نے
ہر بری شے سے اجتناب آئے

☆☆☆

☆

ہزار دل میں مرے زخمِ انتظار آئے

ہزار دل میں مرے زخمِ انتظار آئے
خدا کرے کہ وہ اب رشکِ روزگار آئے

ہوائے دہر کسی کو نہ سازگار آئے
یہی سبب ہے جو آئے وہ اشکبار آئے

خوشا نصیب کہ رندوں کو اذنِ ساقی ہے
پیے ہی جائیں نہ جب تک انہیں خمار آئے

اسی کی یاد ہے اب زندگی کا سرمایہ
کسی کی بزم میں جو وقت ہم گزار آئے

صعوبتوں کو بہ خندہ جبیں کیا انگیز
اسی طلب میں کہ اے کاش کوئے یار آئے

ہم آخرش کہ قیامت کی نیند سوئے ہیں
قرار اب تجھے اے چشمِ انتظار آئے

سنا جو ذکرِ بہاراں تو تیرے دیوانے
بہ چشمِ تر بہ گریبانِ تار تار آئے

مری نظر سے نہ گزرو خیال میں آؤ
ہمارے دل کو کچھ اپنا بھی اعتبار آئے
☆☆☆

☆

لاالٰہ دل نشیں دو حرفِ سادہ کیجیے

لاالٰہ دل نشیں دو حرفِ سادہ کیجیے
کہہ کے الا اللہ پھر سب کا اعادہ کیجیے

پیشِ مہماں کس طرح سے آبِ سادہ کیجیے
شیخ محفل میں ہیں آئے پیش بادہ کیجیے

ہیں صریحاً از دیادِ رنج و غم کا یہ سبب
آپ سے کس نے کہا، ارماں زیادہ کیجیے

بادۂ وحدت ہے صاحب سَمِّ قاتل تو نہیں
پی نہیں اب تک تو پینے کا ارادہ کیجیے

جایئے شہر خموشاں درسِ عبرت کے لیے
مرنے والوں سے بھی گاہے استفادہ کیجیے

منزلِ علم و عمل سر کیجیے گا بعد میں
آپ اپنے دل میں پہلے کچھ ارادہ کیجیے

آپ کی منزل ہے واقع بر صراطِ مستقیم
خود ہی مل جائے گی وہ تو فکرِ جادہ کیجیے

میں تو پھیلائے ہوئے بیٹھا ہوں دامانِ طلب
آپ بھی دستِ کرم اپنا کشادہ کیجیے

کوئی گر پوچھے کہ دو ختمِ شہادت کی مثال
سامنے ختم الرسل کا خانوادہ کیجیے

تا لحد پہنچا دیا شانہ بہ شانہ اے نظرؔ
اب سفر اگلا اکیلے پا پیادہ کیجیے

☆☆☆

☆

راہِ وفا میں اولاً کتنے ہی ہم سفر گئے

راہِ وفا میں اولاً کتنے ہی ہم سفر گئے
آیا جو وقتِ امتحان جانے وہ سب کدھر گئے

یادِ شباب رہ گئی عہدِ شباب اب کہاں
میرے بھی دن گزر گئے تیرے بھی دن گزر گئے

اپنوں سے اور غیروں سے کتنے ہی غم اٹھائے تھے
زخم زباں کے ہیں ہرے، زخم سناں کے بھر گئے

کالی گھٹا کا ہو سماں چاند ہو جس کے درمیاں
گیسوئے تابدار جب شانوں پہ وہ بکھر گئے

دورِ عروج اب کہاں اب تو ہے سایۂ زوال
ننگِ بشر ہے آدمی علم گھٹا ہنر گئے

کوئی بتاں کی بات ہے مجبوریوں کا ہو برا
رکنا نہ تھا ہمیں رکے جانا نہ تھا مگر گئے

☆☆☆

☆

غم دور ہو گئے نہ ستم دور ہو گئے

غم دور ہو گئے نہ ستم دور ہو گئے
خاموش اس لیے ہیں کہ مجبور ہو گئے

پاسِ وفا کی اور نہ تلقین کر ہمیں
دل نالہ ہائے درد سے معمور ہو گئے

منصور ہی سے پوچھ قتیلِ انا ہیں جو
کیوں منشرح ہوئے تھے کہ مقہور ہو گئے

شغلِ مئے مجاز سے کیا کام انھیں کہ جو
صہبائے دیدِ یار سے مخمور ہو گئے

قول و سخن ہر ایک، ہر اک ان کا خوش عمل
واللہ مری حیات کے دستور ہو گئے

ہشیار آسماں ہو نظر آب ہمارے دل
آہِ فلک شگاف سے بھر پور ہو گئے

☆☆☆

☆

واقفِ آدابِ محفل بس ہمیں مانے گئے

واقفِ آدابِ محفل بس ہمیں مانے گئے
ان کی محفل میں ہمیں شائستہ گردانے گئے

مٹتے مٹتے مٹ گئے راہِ وفا میں لوگ جو
بعد والوں میں نشانِ راہ وہ مانے گئے

کچھ نقوشِ عہدِ رفتہ خیر سے اب بھی تو ہیں
لاکھ بگڑی میری صورت پھر بھی پہچانے گئے

دودھ کے مجنوں تو مل جائیں گے اب بھی ہر جگہ
خون دیں لیلیٰ کو اپنا ایسے دیوانے گئے

سوزِ الفت کا اثر تھا دیدنی مطلوب میں
شمع بھی گھلتی گئی مرتے جو پروانے گئے

کچھ درخشندہ حقائق مجھ سے جو منسوب تھے
کم نصیبی سے مری بنتے وہ افسانے گئے

عقل الجھی ہی رہی چون و چرا میں اے نظرؔ
عشق میں دل کے کیے سب فیصلے مانے گئے

☆☆☆

☆

یادِ یزداں آخری سِن کے لیے

یادِ یزداں آخری سِن کے لیے
کچھ اٹھا رکھئے بُرے دن کے لیے

کون جانبر ہو سکا از دردِ عشق
کیا دوا اس دردِ مُزمن کے لیے

رنج و غم فکر و الم حزن و ملال
آدمِ خاکی بنا ان کے لیے

جھیلنا خود ہے جو غم مجھ پر پڑے
ہوں دعا گو دل سے محسن کے لیے

ہوشیار اے داخلِ عمرِ شباب
گھات میں لغزش ہے اس سن کے لیے

اُن تمناؤں سے دل کو کیا ملا
دل غبارِ رہ بنا جن کے لیے

ہیں نظر آمہمان شیخِ محترم
جامِ کوثر لائیے ان کے لیے

☆☆☆

☆

زندگی پائی ہے ان سے لو لگانے کے لئے

زندگی پائی ہے ان سے لو لگانے کے لیے
دل ملا زیرِ قدم ان کے بچھانے کے لیے

اک ہمیں کیا رہ گئے بس آزمانے کے لیے
اور دنیا بھی تو ہے تیرے ستانے کے لیے

یہ شبِ ہجراں تو آئی ہے نہ جانے کے لیے
دوستو آنا مری مٹی اٹھانے کے لیے

حرص کی عادت نہ چھوٹی سبحہ گردانی میں بھی
دستِ زاہد دیکھ جنباں دانے دانے کے لیے

اک چراغِ آرزو دل میں کہ ہے روشن ہنوز
آندھیاں درپے ہیں اس کو بھی بجھانے کے لیے

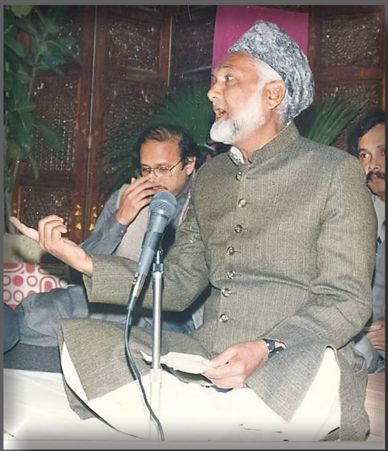
کیسۂ دل میں نہ رکھ حرص و ہوس، بغض و عناد
اس کو مختص کر محبت کے خزانے کے لیے

وقت کے ماتھے پہ بل آئے بس اتنی بات پر
چند لمحے مل گئے تھے مسکرانے کے لیے

سر جھکانے کو ہمارا اس قدر مشقِ ستم
کیا کریں گے وہ نظریہ دل جھکانے کے لیے

☆☆☆

محمد عبدالحمید صدیقی نظر لکھنوی



۳ جولائی ۱۹۲۷ء کو لکھنؤ موضع 'چنہٹ' میں پیدا ہوئے۔ہائی سکول کی تعلیم موضع اُترولہ ضلع گونڈہ سے ۱۹۴۴ء میں مکمل کی اور ۱۹۴۵ء میں ملٹری اکاؤنٹس لکھنؤ میں ملازم ہو گئے۔دسمبر ۱۹۴۷ء کو پاکستان ہجرت کی اور ملٹری اکاؤنٹس راولپنڈی میں تعینات ہوئے۔اس طرح راولپنڈی دارالہجرت قرار پایا۔پہلی اہلیہ کا ۵ جنوری ۱۹۵۸ء کو راولپنڈی میں انتقال ہوا۔ان سے پانچ اولادیں ہوئیں جن میں سے تین بیٹے شیر خوارگی کی عمر میں ہی وفات پا گئے اور دو اولادیں ایک بیٹا اور ایک بیٹی حیات رہے۔عقد ثانی ۱۹۶۰ء میں کیا جن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔دوسری اہلیہ کا انتقال بھی ۳ جنوری ۱۹۸۰ء میں راولپنڈی میں ہوا۔ملازمت کے آخری دس سال فیلڈ پے آفس (FPO)، آرٹلری سنٹر اٹک شہر میں گزارے اور وہیں سے ۱۹۷۹ء میں چونتیس سالہ ملازمت کے بعد اپنی بیمار اہلیہ کی تیمار داری کے لئے بحیثیت اکاؤنٹنٹ ریٹائرمنٹ لے لی۔اپنی عمر کے آخری دس سال اسلام آباد میں بیٹے کے ہمراہ گزارے۔۳ جنوری ۱۹۹۴ء کو وفات پائی اور اسلام آباد میں سپرد خاک ہوئے۔